ماہ نامہ

ہمدرد

نونہال

جون ۱۹۸۵ء

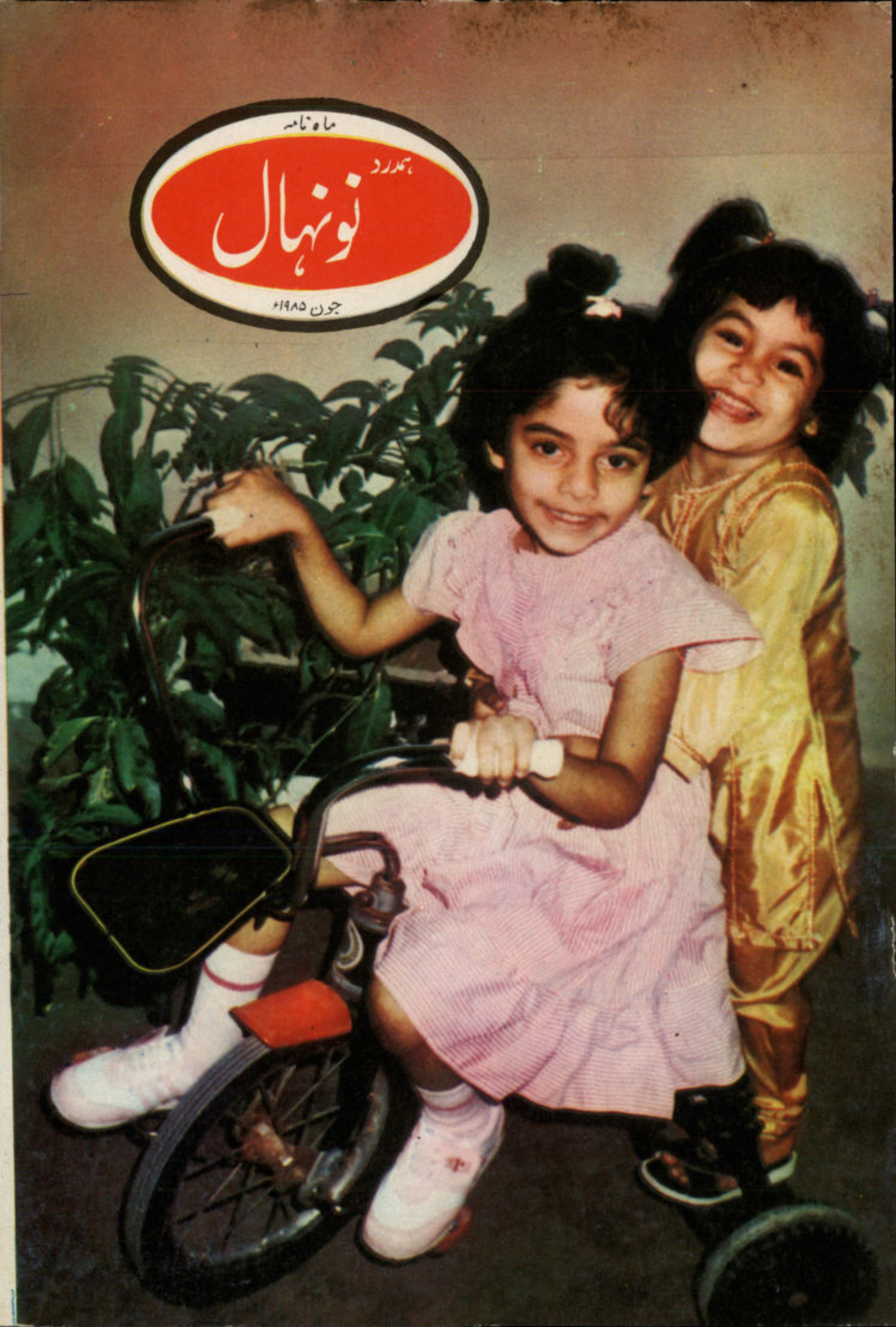

لحمیات (پروٹینز) کے وجود سے روئے زمین پر حیات ممکن ہوئی !

حیاتِ انسانی اور صحتِ جسمانی کے لئے لحمیات (پروٹینز) خوراک کا ناگزیر حصہ ہیں۔ انسان کی انفرادیت وشخصیت اور اعمال ووظائف کی تکمیل اور خیالات کی توانائی لحمیات کے بغیر ممکن نہیں۔ لحمینا چنیدہ جڑی بوٹیوں، پروٹینز، کاربوہائیڈریٹس اور دیگر غذائی اجزا کا ایک متوازن مرکب ہے۔

روزانہ کے تھکا دینے والے کام جب جسم انسانی کے کل پرزوں کو کمزور کردیتے ہیں، تو وہ صرف پروٹینز سے دوبارہ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔

لحمینا بجاطور پر جسم انسانی کے لئے ایک مفید اور قابلِ اعتماد غذائی معاون ہے۔

لحمینا کا روزمرہ باقاعدگی سے استعمال جسم انسانی کی نشوونما کو برقرار رکھتا ہے اور جسم میں توانائی پیدا کرتا ہے۔

خاندان کے ہر فرد کے لئے ایک مکمل غذائی ٹانک

لحمینا — برائے اسٹیمنا

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

Adarts LA-1/81

ٹیلے فون : 616001 سے 616005

ماہ نامہ

ہمدرد

نونہال

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

مجلس ادارت

صدر مجلس حکیم محمد سعید

مدیر اعلا مسعود احمد برکاتی

مدیرۂ اعزازی سعدیہ راشد

رمضان المُبارک — ۱۴۰۵ ہجری

جون — ۱۹۸۵ عیسوی

جلد — ۳۳

شمارہ — ۶

قیمت — ۴ رُپے

سالانہ — ۴۵ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے) — ۸۱ رُپے

پتا:

ہمدرد نونہال

ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۱۸

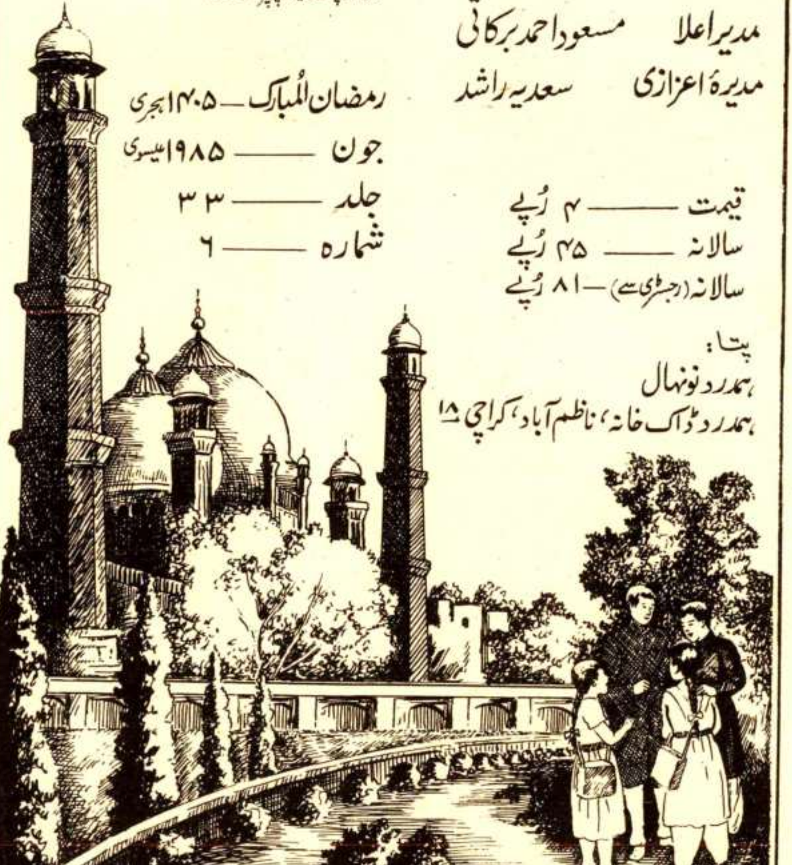

ہمدرد فاؤنڈیشن (پاکستان) نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید	۳
پہلی بات	مسعود احمد برکاتی	۵
خیال کے پھول	ننھے گل چیں	۶
سویرا (نظم)	جناب نازش حیدری	۷
چاند بیٹا اور ایک بیٹا	جناب قاضی عبدالرحمٰن فاروقی	۹
کھویا ہوا لعل	محترمہ ہرمزی جلیل قدوائی	۱۰
آندھیاں اور طوفان	جناب علی ناصر زیدی	۱۳
گرمی کی چھٹیاں (نظم)	جناب تنویر پھول	۱۶
اب میں سانپ سے نہیں ڈرتی	محترمہ میری ایلن چیز	۱۷
دو سیب	جناب علی اسد	۲۲
پہلی مسکراہٹ	جناب مناظر صدیقی	۲۷
نونہال مصوّر	ننھے آرٹسٹ	۳۴
پیارے بچّے (نظم)	جناب سید عبدالحکیم	۳۵
کامیابی کے سات اصول	جناب احمد افضال	۳۶
طب کی روشنی میں	جناب حکیم محمد سعید	۳۹
کارٹون	جناب مشتاق	۴۳
تحفے	باذوق نونہال	۴۵
وفادار کی موت	جناب مہروز اقبال	۴۹
ہمدرد انسائکلوپیڈیا	جناب علی ناصر زیدی	۵۵
بوجھو تو جانیں	ادارہ	۵۹
اخبارِ نونہال	ننھے صحافی	۶۰
دل چسپ کھیل	جناب ساجد علی ساجد	۶۳
معلوماتِ عامہ ۲۳۰	ادارہ	۶۷
مسکراتے رہو	ننھے مزاح نگار	۶۸
بحیرۂ مُردار	جناب رشید الدین احمد	۷۱
تتلی پری	جناب شاکر عثمانی	۷۳
اس شمارے کے مشکل الفاظ	ادارہ	۸۱
صحت مند نونہال	ادارہ	۸۲
نونہال ادیب	ننھے لکھنے والے	۸۵
بزمِ نونہال	نونہال پڑھنے والے	۱۰۳
معلوماتِ عامہ ۲۲۸ کے جوابات	ادارہ	۱۰۹

قرآن حکیم کی مقدّس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں اُن کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حُرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اس رسالے کی تمام کہانیوں کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ ان میں سے کسی کی کسی حقیقی شخص یا واقعے سے مطابقت محض اتفاقی ہو سکتی ہے، جس کے لیے ادارہ ذمّے دار نہ ہو گا۔

حکیم محمد سعید پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعاتِ ہمدرد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

رمضان کا مہینہ مبارک اور مقدس مہینہ ہے۔ یہ مہینہ ہر مسلمان کے لیے خوشی کا سبب ہے، اطمینان کا باعث ہے اور خیر و برکت حاصل کرنے کا موقع ہے۔ دنیا کے ہر حلقے اور ہر ملک کے مسلمان اس مہینے کو بابرکت سمجھتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ اس مہینے کے پہلے دس دن رحمت کے ہیں، دوسرے دس دن گناہوں سے توبہ کے اور آخری دس دن جہنّم کی آگ سے نجات کے ہیں۔ آخری دس دن میں کچھ راتیں ایسی ہیں جن میں سے ایک رات، لیلۃ القدر یا شب قدر ہے۔ اس رات کی عبادت ہزاروں مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ شب قدر ہی میں ہمارے لیے ہدایت کی کتاب، اللہ کا کلام قرآن شریف نازل ہوا۔ اور ہم پاکستانیوں کے لیے تو اللہ کا ایک خصوصی کرم یہ بھی ہے کہ اس نے رمضان ہی میں ہمیں پاکستان عطا فرمایا۔ ۲۷۔ رمضان کو پاکستان قائم ہوا۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسے مقدس مہینے، ایسے مقدس عشرے اور ایسی مقدس تاریخ کو ایک وطن عطا فرمایا۔ اب سوچو کہ کتنا مقدس ہے ہمارا وطن، ہمارا پاکستان۔

ہم اس نعمت پر اللہ کا جتنا شکر بھی ادا کریں کم ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم پاکستان سے محبّت کریں۔ اس کی قدر کریں۔ ہر پاکستانی سے محبّت کریں، ہر پاکستانی کی عزّت کریں۔ اس کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اگر کوئی پاکستانی بھائی راستہ بھٹک بھی جائے، تھوڑی دیر کے لیے غلط راہ پر بھی چلنے لگے تو ہم اس سے ناراض نہ ہوں بلکہ محبّت سے اس کو سمجھانے، اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ آؤ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطائیں معاف کرے اور نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

اِک نیا معیار
ڈیزائن بیشمار

گولڈ فِش ڈیلکس پینسل

Goldfish
DELUXE PENCIL

بین الاقوامی معیار کے مُطابق دیدہ زیب
ڈیزائنوں میں اپنی نوعیت کی واحد
گولڈ فِش ڈیلکس پینسل ۔
دیکھنے میں دلکش استعمال میں بہترین
گولڈ فِش ڈیلکس پینسل

ہر دکان / اسٹور اور اسٹیشنرز سے
دستیاب ہیں ۔

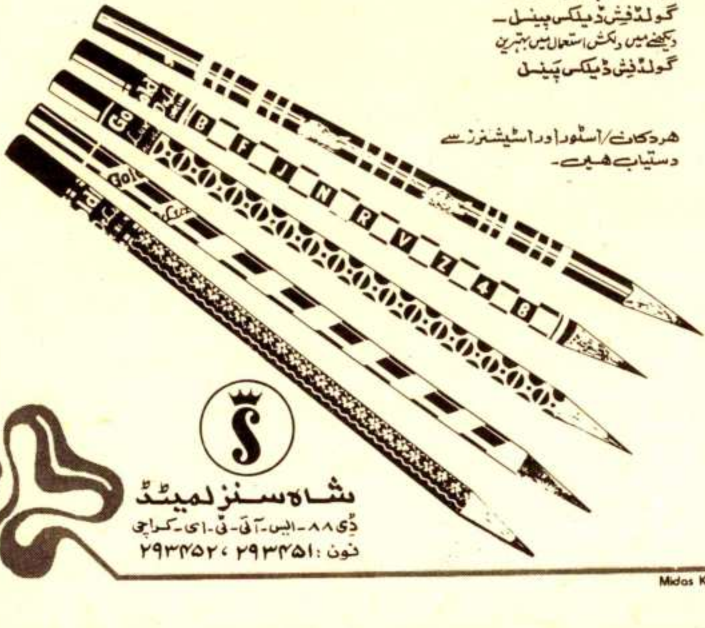

شاہ سنز لمیٹڈ
ڈی ۸۸ ۔ ایس ۔ آئی ۔ ٹی ۔ ای ۔ کراچی
فون : ۲۹۳۴۵۱ ، ۲۹۳۴۵۲

Midas Khi

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

مئی سال کا پانچواں مہینہ ہے۔ مئی کا ہمدرد نونہال پانچ دن میں بازار میں ختم ہو گیا۔ بعض نونہالوں کو رسالہ نہیں مل سکا۔ ہمیں افسوس ہے، لیکن اس سے سبق یہ ملا کہ ہر کام پہلی فرصت میں کرنا چاہیے۔

خیر اب آپ یہ شمارہ پڑھیے۔ یہ شمارہ بھی مزے دار ہے۔ اس میں معلومات بھی ہے اور دل چسپ کہانیاں بھی ہیں۔ گرمی کے موسم میں کبھی کبھی آندھی آجاتی ہے۔ جناب علی ناصر زیدی نے اپنے مضمون میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پہلے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے ایک بھنگن کے بچّے کی کس طرح جان بچائی، "کھویا ہوا لعل" میں اس کا دل چسپ قصّہ پڑھ کر معلوم ہو گا۔ ہر انسان کام یاب ہونا چاہتا ہے۔ "کام یابی کے سات اصول" مفید مضمون ہے۔ ساجد علی ساجد صاحب نے اس بار فُٹبال کے بارے میں دل چسپ معلومات لکھی ہیں۔ رشید الدین احمد صاحب کا مختصر مضمون "بحیرۂ مُردار" پڑھ کر بھی آپ کی معلومات میں اضافہ ہو گا۔ کہانی "پہلی مسکراہٹ" پڑھ کر آپ کو شاید حیرت بھی ہو۔

ہاں بھئی یہ بتائیے کہ "بوجھو تو جانیں" کیسا چل رہا ہے۔ ٹھیک ہے، اچھا ہے یا بہت اچھا ہے؟ ذرا کُھل کر اپنی رائے لکھیے۔

خاص نمبر کے متعلق زیادہ تر نونہالوں کی رائے یہی ہے کہ ستمبر میں ہی ٹھیک رہے گا۔ چناں چہ ہم نے ستمبر کے لحاظ ہی سے تیاری شروع کر دی ہے۔ بتائیے اس میں کیا کیا دیں؟ جلدی جلدی مشورے لکھیے۔

کیسے تصویری کارڈ دیکھ، پڑھ لیے؟ ان کو سنبھال کر رکھیے اور بار بار پڑھیے تاکہ آپ بھی معمارِ ملّت بن سکیں۔ پاکستان کو اب ایسے معمارانِ ملّت کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ آگے بڑھیے اور ان کی صف میں شامل ہونے کی ابھی سے تیاری شروع کر دیجیے۔

محترم حکیم محمد سعید صاحب کے متعلق آپ کے مضامین موصول ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ ابھی اُن کو دیکھتا جا رہا ہوں پڑھا نہیں ہے۔ جلد ہی پڑھ کر "بچّوں کے حکیم محمد سعید" مرتب کروں گا۔ اِن شاءاللہ۔

خیال کے پھول

● حضور اکرم ﷺ
مومنوں میں سے کامل وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق ان میں سب سے اچھے ہیں۔
مرسلہ: این۔ ڈی۔ جہانگیر، اسلام آباد

● حضرت ابوبکر رضؓ
کتنی شرم کی بات ہے کہ صبح ہمارے جاگنے سے پہلے پرندے جاگ جائیں۔
مرسلہ: اکبر حیات اکبر، کراچی

● حضرت علی رضؓ
تو کسی پر احسان کرے تو چھپا، کوئی تجھ پر احسان کرے تو سب کو بتا۔
مرسلہ: محمود حسین خان اعوان، کوٹ غلام محمد

● مولانا روم رحؒ
مصیبت ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔

● علامہ اقبال رحؒ
زندگی اور موت میں سانس کا فرق ہے۔
مرسلہ: عمران رشید، کراچی

● ارسطو
لگن کے بغیر کسی میں بھی عظیم ذہانت پیدا نہیں ہوسکتی۔
مرسلہ: محمد قیصر امام، کراچی

● نادر شاہ
مجھے پھول اور رماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔
مرسلہ: محمد خالد اعوان، حیدر آباد

● شیخ سعدی رحؒ
ماں باپ کی خوشنودی دنیا میں باعثِ دولت اور آخرت میں باعثِ نجات ہے۔
مرسلہ: محسن رجب علی، نواب شاہ

● سقراط
اپنا وقت دوسروں کی تحریروں کے مطالعے سے اپنی لیاقت بڑھانے میں صرف کرو، اس طرح تم ان چیزوں کو نہایت آسانی سے حاصل کرسکو گے، جن کو حاصل کرنے میں دوسروں کو محنتِ شاقہ برداشت کرنی پڑی۔
مرسلہ: ناصر حسین خان، کراچی

● حکیم محمد سعید
جب کسی کام کا ارادہ کرلیا جائے تو سمجھنا چاہیے کہ آدھا کام ہوگیا۔
مرسلہ: مجیب ظفر انوار، کراچی

● گوتم بدھ
صبر سب سے بڑی عبادت ہے۔
مرسلہ: سلمان اقبال، حیدر آباد

سویرا

نازش حیدری دہلوی

ہوا سویرا، ہوا سویرا رات کو لے کر گیا اندھیرا
چڑیاں کوّے بول رہے ہیں اُڑنے کو پر تول رہے ہیں
جب لپٹا تاروں کا بچھونا سورج نے پھیلایا سونا
میں آ، تُو آ، یہ چل، وہ چل کام کو اپنے تھے سب بے کل
اوس نے موتی تھے جو لُٹائے سورج نے چپکے سے اُڑائے
رات کو ٹوٹے تھے جو تارے پھول بنے ہیں باغ میں سارے

بچّو! اب منھ دھو کر آؤ
ناشتا کرکے پڑھنے جاؤ

تمام طلباء و طالبات کی دلپسند

نوٹ بکس

پی پی پی برانڈ

ملک بھر کے یوٹیلیٹی اور کینٹین اسٹورز اور اسٹیشنری کی
دوکانوں میں مقررہ داموں پر دستیاب ہیں۔

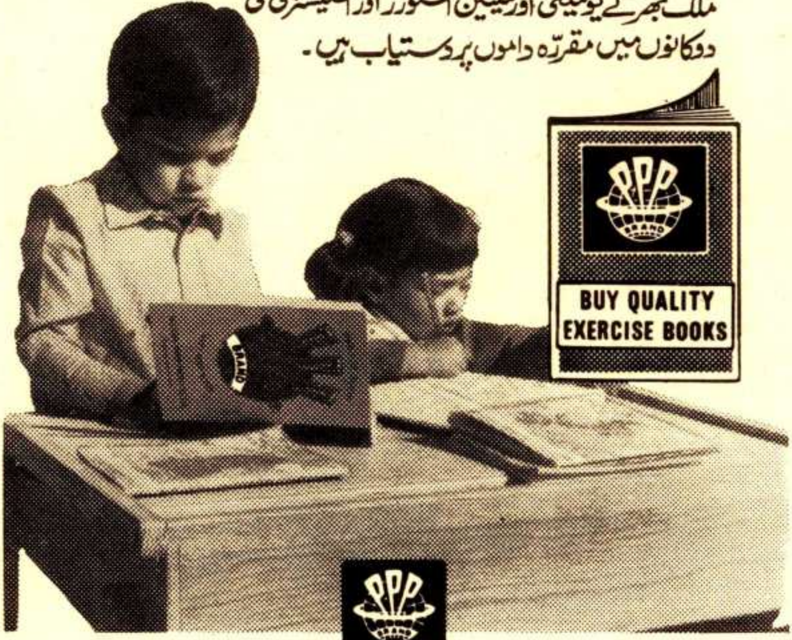

پاکستان پیپر پروڈکٹس لمیٹڈ
پوسٹ بکس نمبر ۷۴۳۸ - کراچی ۳

786/PPP-16/84

حکایتِ رومی

چار نابینا اور ایک بینا

قاضی عبدالرحمٰن فاروقی

بغداد کے بازار میں چار اندھے بھیک مانگ رہے تھے۔ایک اندھا عرب تھا، دوسرا ایرانی تیسرا ترکی اور چوتھا ہندُستانی تھا۔ایک شخص نے ان چاروں اندھوں کو ایک رُپیہ دیا اور کہا، "جاؤ،ایک رُپے کی کوئی چیز لے کر چاروں آپس میں بانٹ لو۔" رُپیہ لے کر چاروں آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ رُپے کا کیا خریدیں۔ ہندُستانی بولا،"میں تو راکھیں کھاؤں گا۔" ایرانی نے کہا،"میں انگور کھاؤں گا۔" ترکی نے کہا،"میں تو روزم منگواؤں گا۔" عربی بولا،"میں عنب کھاؤں گا۔" راکھیں، انگور، روزم اور عنب چاروں نام انگور ہی کے ہیں۔ چیز ایک تھی، لیکن نام ہر زبان میں الگ الگ تھے، چناں چہ نام کے اس اختلاف سے چاروں اندھے آپس میں اُلجھ پڑے اور اپنی اپنی زبان کے مطابق ہر ایک اصرار کرنے لگا کہ جس چیز کا میں نام لے رہا ہوں، میں تو وہی کھاؤں گا حتیٰ کہ ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔

اتفاقاً وہاں ایک سمجھ دار آدمی آگیا۔اُس کو اندھوں کے جھگڑے کی وجہ معلوم ہوئی۔وہ اُن سے کہنے لگا،"رُپیہ مجھے دو، میں بازار سے ہر ایک کی منشا کے مطابق چیز لے آتا ہوں۔" چناں چہ انھوں نے رُپیہ اُسے دے دیا اور وہ بازار سے انگور خرید لایا اور اندھوں کے سامنے انگور رکھ دیے۔ چوں کہ اپنی اپنی زبان میں چاروں انگور ہی کے طالب تھے، اس لیے انگور پا کر چاروں خوش ہو گئے کہ ہماری منشا کے مطابق چیز مل گئی۔

پیارے بچّو! جہالت کے سبب آپس میں جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔مقصد چاروں کا ایک ہی تھا، مگر جہالت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔دانا آدمی جھگڑے نہیں کرتے، بلکہ جھگڑے مٹاتے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کا دین اسلام ہے اور یہی ایک چیز ہے، جسے ہر مسلمان چاہتا ہے، لیکن لوگ زبان یا علاقے کے اختلاف میں پڑ جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں سندھی ہوں، کوئی کہتا ہے میں پنجابی ہوں، میں بلوچی ہوں اور کوئی اپنے کو پٹھان کہتا ہے۔ ایسے لوگ ان اندھوں کی طرح ہیں، جو محض زبان کے اختلاف میں ہیں۔

کھویا ہوا لعل

ہرمزی جلیل قدوائی

اب سے کوئی پانچ سو برس پہلے کا ذکر ہے کہ ہندُستان پر پہلا مغل بادشاہ بابر حکومت کرتا تھا۔ بابر کے بہت سے قصّے مشہور ہیں۔ جس وقت اس کی عمر بارہ سال کی تھی اُس وقت سے اسے ایک چھوٹی سی سلطنت فرغنہ کی حکومت سنبھالنی پڑی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ اس چھوٹی ریاست پر حکومت کرتے کرتے کابل کی حکومت اور بعد میں ہندُستان جیسی بڑی سلطنت کا مالک بن گیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی کم عمری میں وہ اس لائق کیسے ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنی محنت اور دیانت داری کی وجہ سے اتنی ترقی کر گیا، کیوں کہ اللّٰہ میاں بھی ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جن میں کسی کام کی سچّی لگن ہوتی ہے اور محنت سے جی نہیں چُراتے۔

بابر کہنے کو اتنا بڑا شہنشاہ تھا، لیکن وہ اور بادشاہوں کی طرح عیش و آرام میں وقت نہیں ضائع کرتا تھا۔ وہ حکومت کے کاموں سے فرصت پا کر ہمارے تمھارے جیسے کپڑے پہن کر گلی کوچوں اور بازاروں میں گشت کیا کرتا تھا۔ اگر وہ شاہانہ لباس میں باہر نکلتا تو اپنی رعایا کے اصل حالات سے آگاہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک روز بابر سادے لباس میں اپنے گھوڑے پر گشت کو نکلا۔ ایک دم بازار میں شور اُٹھا اور لوگ جیسے اپنی جانیں بچانے کی فکر میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ دُکان داروں نے دُکانیں بند کرنا شروع کر دیں۔ ان کے چہرے خوف و دہشت سے پیلے پڑ گئے۔ بابر نے بھگدڑ دیکھ کر اپنے گھوڑے کو روکا اور لوگوں سے پوچھا کہ اس شور کی کیا وجہ ہے؟ معلوم ہوا شاہی فیل خانے سے ایک ہاتھی زنجیر تُڑا کر نکل آیا ہے اور اس کے ڈر سے لوگ بھاگ رہے ہیں۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ سامنے والی سڑک پر

ایک بچّہ جس نے ابھی بیٹھنا بھی نہیں سیکھا تھا پڑا ہے۔ بابر نے تیزی سے اپنے گھوڑے کو بچّے کی طرف موڑ دیا۔ اُس کے پاس پہنچ کر جھٹ نیچے اُترا اور بچّے کو اپنی گود میں اُٹھا کر وہاں سے گھوڑا دوڑا دیا۔ بابر اور ہاتھی کے درمیان کوئی بیس قدم کا فاصلہ رہ گیا ہو گا۔ تمام لوگ اپنی چھتوں اور کھڑکیوں سے یہ خوف ناک مگر دلیرانہ منظر دیکھ رہے تھے اور اس بہادر کی تعریف کر رہے تھے، مگر انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ان کا بادشاہ ہے۔

بابر اس بچّے کو سینے سے چمٹائے اپنے محل میں پہنچ گیا۔ بچّہ میلی کچیلی حالت میں تھا۔ بابر نے اُسے غسل دلوایا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنوا کر اسے دودھ پلوایا اور آرام سے نرم نرم بستر پر سلوا دیا۔ دوسرے دن بابر نے ایک شان دار دربار طلب کیا اور منادی کرا دی کہ خلقت کو آنے کی عام اجازت ہے۔ عورت، مرد، امیر، غریب، بوڑھے، بالے سب آئیں۔ اور ہوا بھی یہی کہ وقتِ مقررہ پر شہر کی تقریباً ساری رعایا دربار میں جمع ہو گئی۔ نقیب، چوب دار وغیرہ ہر طرف کھڑے اُنھیں سنبھال رہے تھے۔ سب لوگ بڑے اشتیاق اور بے چینی سے منتظر تھے کہ کب بادشاہ سلامت تشریف لائیں اور کب ہم انھیں دیکھیں۔ آخر وہ گھڑی بھی آ گئی کہ بادشاہ سلامت اپنے سادے لباس میں اس بچّے کو سینے

سے لپٹائے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ تمام لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے کہ یا اللہ یہ کیسا سیدھا سادہ بادشاہ ہے اور یہ بچّہ کون ہے۔ کچھ لوگ اُس حادثے کے وقت بازار میں موجود تھے جنھوں نے اس شخص کو بچّہ اُٹھاتے دیکھا تھا، وہ پہچان گئے۔ اتنے میں بادشاہ کے وزیرِ خاص نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے اس بچّے کو ہاتھوں میں اُٹھا کر سب کو دکھایا اور سارا واقعہ بیان کیا کہ وہ بادشاہ کو کیسے ملا۔ پھر وزیر نے کہا کہ جس کسی کا بھی بچّہ ہو وہ اُسے آکر لے جائے۔

ایک غم زدہ عورت مجمع کو چیرتی پھاڑتی، روتی دھوتی ہزار دقّت سے تختِ شاہی تک آئی اور بادشاہ کے قدموں میں گر پڑی۔ پھر وہ خوشی کے آنسو پونچھتی ہوئی بچّے کی طرف لپکی۔ اُس نے اُٹھا کر اس کا منھ چوما۔ خوب پیار کیا اور سینے سے چپٹا کر بادشاہ کو دعائیں دیتی ہوئی اپنی جگہ پر واپس آگئی۔

اب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ بچّہ اس مہترانی کا تھا جو اُس حادثے سے پہلے اُسے سڑک کے کنارے لٹا کر صفائی کرنے چلی گئی تھی۔ جب وہ اپنا کام کر کے واپس آئی تو ہاتھی کی وجہ سے بھگدڑ مچ گئی تھی اور وہ بچّے تک نہ پہنچ سکی۔ بہت سے لوگ بچّے کے نزدیک تھے مگر وہ سب اپنی جان کے خوف سے چھپ گئے تھے۔ کچھ لوگ یہ سوچ کر کہ کون ایک غریب بھنگن کے بچّے کو بچائے اور یہ کہ وہ اُس کو چھُونے سے ناپاک ہو جائیں گے، بچّے کو بے بس چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ بابر کو یہ معلوم تھا کہ بھنگی کے سوا کسی کا بچّہ سڑک پر پڑا نظر نہیں آسکتا، لیکن اُس نے امیری غریبی یا پاکی ناپاکی کا بالکل خیال نہ کیا اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بچّے کو بچا لیا۔

اب ہر بڑے چھوٹے، امیر غریب کی زبان پر اپنے بادشاہ کی تعریف تھی۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ بھئی واہ، کتنا نیک دل، کیسا مہربان بادشاہ ہے۔ ایسے بادشاہ پر تو رعایا کو اپنی جان قربان کر دینا چاہیے۔ کسی کا اپنے بادشاہ کے دربار سے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا، مگر جانا تو تھا ہی۔ تھوڑی دیر بعد اُس کی تعریف کرتے ہوئے خوشی خوشی اپنے گھر روانہ ہوئے اور مہترانی کا کچھ حال نہ پوچھو۔ کتنی خوش، کتنی باغ باغ تھی وہ۔ یوں سمجھو اُس کا کھویا ہوا لعل مل گیا۔ اس کا تو رُواں رُواں بادشاہ کو ہزاروں دعائیں دے رہا تھا۔

آندھیاں اور طوفان

علی ناصر زیدی

ہمارے اکثر نونہال ہم سے یہ سوال پوچھتے ہیں کہ آندھی، بارش، طوفان، برف، اولے، کُہر، دُھند اور دوسرے موسمی حالات کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے ایک ایک سوال کا جواب دینے کے بجائے ہم یہ مضمون پیش کرتے ہیں جس سے انھیں بہت کچھ معلومات حاصل ہوجائیں گی۔

آپ جانتے ہوں گے کہ ہوا مستقل طور پر ہم پر اپنا دباؤ ڈالتی رہتی ہے، جو پندرہ پونڈ فی مربع انچ کے قریب ہوتا ہے۔ وہ آلہ، جس سے کسی جگہ ہوا کا دباؤ ناپا جاتا ہے، بیرومیٹر یا بادِ پیما کہلاتا ہے۔ ہوا کا دباؤ ہر جگہ تھوڑا مختلف ہوتا ہے اور اسی فرق کی وجہ سے آندھی طوفان آتے ہیں۔

جب آپ اپنے منھ سے ربر کا غبارہ پُھلاتے ہیں تو اُس کے اندر کی ہوا اچھا خاصا دباؤ حاصل کر لیتی ہے۔ زیادہ ہوا بھرنے سے اس دباؤ میں اور اضافہ ہوجاتا ہے اور ربر کا غبارہ پھٹ جاتا ہے اور اندر کی ہوا چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ اِسی طرح اگر فضا میں کہیں زیادہ دباؤ والا علاقہ بن جائے تو اُس علاقے کی ہوا چاروں طرف نکل جائے گی۔ اس طرح ہم ایک اصول پر آتے ہیں اور وہ یہ کہ ہوا ہمیشہ زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے۔

فضا میں کم دباؤ والے علاقے اکثر بنتے رہتے ہیں۔ چاروں طرف کی ہوائیں ایسے علاقوں کی طرف رواں ہوجاتی ہیں، لیکن چوں کہ زمین اپنے محور پر تیزی سے گھوم رہی ہے اس لیے یہ ہوائیں سیدھی نہیں آتیں، بلکہ گھوم جاتی ہیں۔ وہ کم دباؤ والے علاقے کے مرکز کے چاروں طرف گردِش کرنے لگتی ہیں اور یہ کم دباؤ کافی عرصے جاری رہتا ہے۔

جب ہوائیں مرکز تک پہنچ جاتی ہیں، تب کہیں دباؤ کا یہ فرق دُور ہوتا ہے اور حالات معمول پر آتے ہیں، ورنہ دباؤ کا فرق جتنا زیادہ رہتا ہے، اندر کی طرف چلنے والی اِن ہواؤں کی رفتار

اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ہوائیں "سائکلون" کہلاتی ہیں اور ایک ہزار میل یا اس سے بھی بڑا علاقہ اپنی زد میں لے کر طوفان برپا کر دیتی ہیں۔

ہمارے ہاں موسم گرما میں آندھیاں زیادہ آتی ہیں۔ گرمی کی وجہ سے نیچے کی ہوا گرم اور ہلکی ہو کر اوپر اُٹھ جاتی ہے اور چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ پھیلی ہوئی گرم ہوا، ٹھنڈی ہوا کے مقابلے میں ہلکی ہوتی ہے۔ یہ ہوا جب اُوپر اُٹھ جاتی ہے تو اس کی جگہ لینے کے لیے آس پاس کی ٹھنڈی ہوا تیزی سے اُس طرف جاتی ہے اور چوں کہ اس کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے اُس کی رفتار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اسے ہم آندھی کہتے ہیں۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آندھی آنے سے گرمی کم کیوں ہو جاتی ہے۔ دباؤ کا فرق جتنا زیادہ ہوگا، آندھی کی رفتار بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی، جو کبھی کبھی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ درخت جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں اور مکانات تک گر جاتے ہیں۔

اکثر اوقات آندھی کے بعد بارش آجاتی ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ گرم ہوا ہلکی ہو کر جب اوپر اٹھتی ہے تو وہ اپنے ساتھ بہت سی نمی بھی لے جاتی ہے، کیوں کہ گرم و خشک ہوا اپنے اندر زیادہ نمی محفوظ کر سکتی ہے۔ اوپر جا کر یہ ہوا بہت ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اُس میں موجود نمی ننھے قطروں میں تبدیل ہو کر بادل بنا لیتی ہے۔ ننھے قطرے مل کر بڑے ہو جاتے ہیں اور بارش کی شکل میں برس پڑتے ہیں۔

موسم سرما میں یوں ہی خُنکی رہتی ہے اور پہاڑی مقامات، میدانی علاقوں کے مقابلے میں بہت ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ وہاں پر ننھے قطرے منجمد ہو کر برف کے ٹکڑوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور نیچے گرنے لگتے ہیں۔ ہم اسے برف باری کہتے ہیں۔ اب سائنس داں مصنوعی بارش بھی برسا سکتے ہیں۔ اگر بادل پر خشک برف یا منجمد کاربن ڈائی آکسائڈ چھڑک دی جائے تو بارش ہونے لگتی ہے۔ یہ ہے مصنوعی بارش۔

اگر سردی کے موسم میں رات کو خُنکی یکایک بڑھ جائے تو زمین کی سطح سے ملی ہوئی ہوا اور اس کی نمی، جس میں گرد کے بے شمار ذرّات شامل ہوتے ہیں، نہایت مختصر قطروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ایک چادر کی شکل میں پھیل جاتے ہیں۔ یہ کُہر ہوتا ہے، جسے ہم دُھند بھی کہتے ہیں۔ یہی نمی جب درختوں کے پتّوں اور پھولوں پر موتیوں کی طرح ٹھہر جاتی ہے تو "شبنم" کہلاتی ہے۔ اگر درجۂ حرارت صفر تک گر جائے، جیسا کہ موسم سرما میں کبھی کبھی ہوتا ہے، تو

یہ نخا پالا بن جاتی ہے۔

اولے (ژالہ باری) بہت زیادہ بلندی سے برستے ہیں۔ اولے بارش کے منجمد قطرے نہیں ہوتے، جیسا کہ عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔ تیز ہوا نمی کے قطروں کو اُچھال کر بہت زیادہ بلندی تک لے جاتی ہے، جہاں وہ مل جُل کر اور منجمد ہو کر گولیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر زیادہ ٹکڑے آپس میں مل جائیں تو اُن کا قطر اور بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔ آخر وہ زمین پر گرتے ہیں اور گول شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ہوتے ہیں اولے۔

بعض بچّے یہ پوچھتے ہیں کہ جب آندھی آتی ہے تو دن میں بھی اندھیرا کیوں چھا جاتا ہے اور آندھی کے سیاہ اور زرد رنگ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آندھی اپنے ساتھ گرد کے بے شمار ذرّات اُڑا کر اوپر لے جاتی ہے۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ آسمان پر تہ بہ تہ اِس طرح چھا جاتے ہیں کہ سورج کی روشنی اُنھیں چیر کر ہم تک نہیں آتی اور دن ہی میں رات کا سماں ہو جاتا ہے۔

اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں رنگ کس طرح نظر آتے ہیں۔ بنیادی رنگ سات ہیں، جو آپ قوسِ قزح میں دیکھتے ہیں یا جب سفید روشنی شیشے کے منشور (PRISM) میں سے گزرتی ہے تو یہ سات رنگ اس ترتیب سے نظر آتے ہیں کہ بنفشی، کاہی، نیلا، سبز، زرد، نارنجی اور سرخ۔ کوئی چیز سیاہ نظر آتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اُس میں یہ سارے رنگ جذب ہو گئے ہیں، کوئی بھی رنگ واپس نہیں آرہا ہے۔ کوئی چیز اگر زرد معلوم ہو رہی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ سوائے زرد رنگ کے اُس نے باقی سب رنگ جذب کر لیے ہیں، صرف زرد رنگ کو واپس بھیج رہی ہے اور ہمیں زرد معلوم ہو رہی ہے۔ سیاہ آندھی کا مطلب اب آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ سورج کی روشنی ان ذرّات پر کس زاویے سے پڑتی ہے اور کون سا رنگ واپس آتا ہے، ان چیزوں پر وہ رنگ منحصر ہے جو آپ دیکھتے ہیں۔

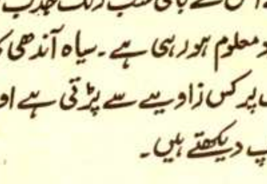

گرمی کی چھٹیاں

تنویر پھول

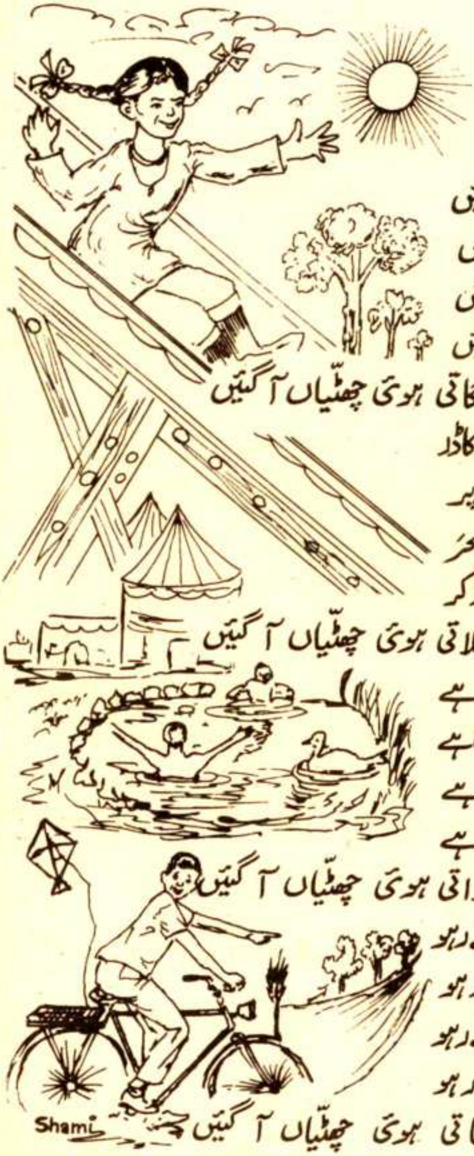

دِل لُبھاتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں
مسکراتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں
غم مٹاتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں
لو ہنساتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں
گیت گاتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں

اب نہ پڑھنے کا خوف اور نہ پٹنے کا ڈر
روز جا کر نہائیں گے تالاب پر
اب اُٹھائیں گے ہم لُطفِ شام و سَحر
آؤ! باغوں سے ہم لائیں پھل توڑ کر
گُل کِھلاتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں

اب ہر اِک فرد گرمی سے ہلکان ہے
سُن لیں سب، یہ شریروں کا فرمان ہے
اپنی چندیا مُنڈائے جو انسان ہے
کھائے گا وہ چپت سَر پہ، اعلان ہے
سر مُنڈاتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں

گیت خوشیوں کے تم مِل کے گاتے رہو
پھول کا نغمہ سب کو سُناتے رہو
وقت اپنا نہ یوں ہی گنواتے رہو
فائدہ وقت سے کچھ اُٹھاتے رہو
یہ بتاتی ہوئی چھٹیاں آ گئیں

اب میں سانپ سے بالکل نہیں ڈرتی

میری ایلن چیز

اگر ایک لاکھ آدمیوں سے یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ سانپ سے ڈرتے ہیں تو غالباً ان میں سے ننانوے ہزار کا جواب "ہاں" ہوگا۔ ۴۵ برس قبل میں بھی اسی طرح کا جواب دیتی، لیکن اب میں نہایت بے پروائی سے کہوں گی، "قطعی نہیں" اور اس واقعہ کو یاد کروں گی جس کی بہ دولت مجھے اس خوف سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

میں جب ۲۲ برس کی تھی تو میں نے شمالی امریکا میں وسکانسن کے ایک اسکول میں

دریا کی طرف سے دو نوعمر لڑکے آرہے تھے جن کے ہاتھوں میں سانپوں سے بھری ٹوکریاں تھیں

ملازمت اختیار کر لی۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ دریائے وِسکانسن کی دَلدل سانپوں کی آماجگاہ ہے تو شاید میں یہ ملازمت قبول نہ کرتی۔ سانپ کبھی کبھی چٹانوں پر دھوپ کھانے کے لیے آجاتے تھے اور کھیتوں کو کیڑوں اور چوہوں سے نجات دلانے میں مدد دیتے رہتے تھے۔ لیکن چوں کہ مجھے یہ نہیں معلوم تھا اس لیے میں خوشی خوشی ہِل سائڈ اسکول چلی گئی۔

ہِل سائڈ اسکول ایک دیہاتی اسکول تھا۔ وہاں پانچ سے لے کر اٹھارہ برس کے لڑکے اور لڑکیاں تعلیم حاصل کرتے تھے اور انھیں دیہات کی زندگی سے لطف اندوز ہونا سکھایا جاتا تھا۔ جب بھی ممکن ہوتا تھا تو کلاس کُھلے میدان میں ہوتی تھی۔ اساتذہ اور طلبہ وطالبات پہاڑوں میں گھومتے تھے اور چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں پر دریا کے کنارے پہنچ جاتے تھے۔ اور وہاں پرندوں کو اُڑتے دیکھتے تھے، پُھول چنتے تھے اور ان کے نام سیکھتے تھے۔

مجھے یہ چہل قدمی اچھی بھی لگتی تھی اور ڈر بھی لگتا تھا، کیوں کہ ہر بار گھاس میں سے کوئی رینگتی ہوئی شے نکل آتی تھی یا کوئی چٹانوں پر کُنڈلی مارے دکھائی دے جاتا تھا۔ کبھی کبھی چٹانوں کی درازوں میں سے کوئی اپنا بھیانک سَر نکال لیتا تھا۔ میں مسلسل خوف میں مبتلا رہتی تھی۔ میں اس قدر ڈرتی تھی کہ اکثر بیمار پڑ جاتی تھی۔ رونے اور چیخنے لگتی تھی۔ کوئی ہمدردی کا اظہار کرنے والا بھی نہ تھا، کیوں کہ پہاڑوں کے قریب رہنے والے بچے جنگل کی مخلوق سے خوب مانوس تھے۔ وہ آئے دن طرح طرح کے سانپ پکڑ کر لے آتے تھے، جن کے بارے میں بتایا جاتا تھا کہ ان کو یا تو مار ڈالیں یا ان سے دُور رہیں۔

ایک دن ستمبر کے مہینے میں مجھے اس خوف سے نجات حاصل ہوگئی۔ میری نجات دہندہ ایک استانی تھیں جو سائنس پڑھاتی تھیں۔ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتی تھیں۔ ان کا نام تھا این بیری۔ این کو مجھ سے کوئی ہمدردی نہ تھی، لیکن وہ میرے بارے میں فکر مند ضرور رہتی تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ اگر میں نے اس خوف پر قابو حاصل نہ کیا تو یہ خوف مجھ پر ہمیشہ کے لیے مسلّط ہو جائے گا اور میں شدید بیمار پڑ جاؤں گی۔ ایک سنیچر کے دن ہم دونوں نے طے کیا کہ قریبی دیہات تک پیدل جائیں۔

وہاں ایک میلا ہو رہا تھا۔ گرمی ہو رہی تھی۔ ہم دونوں آدھی آستین کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ جوں ہی ہم نے پُل پار کیا تو ہم نے دیکھا کہ پندرہ سولہ برس کے دو لڑکے دریا کی طرف سے چلے آ رہے ہیں۔ یہ دونوں بے شمار سانپ لیے ہوئے تھے۔ دونوں کے پاس ڈھکی ہوئی ٹوکریاں تھیں اور ان ٹوکریوں سے طرح طرح کے سانپ سر نکالے ہوئے تھے اور ہر لڑکا اپنے ہاتھ میں کئی چھوٹے چھوٹے سانپ پکڑے ہوئے تھا۔ لڑکوں نے ہم دونوں کو دیکھ لیا اور زور سے قہقہہ لگا کر ہماری طرف گھوم پڑے۔ میں ڈر کر سہم گئی۔ میں سمجھی کہ بس اب میں مر جاؤں گی۔ ان لڑکوں کے قریب آنے سے پہلے میں نے اپنی ساتھی کو سختی سے یہ کہتے سُنا، "اگر تم نے ذرا بھی خوف کا اظہار کیا تو میرے تمھارے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرو۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔"

اتنا کہہ کر این ان لڑکوں کی طرف بڑھی اور بولی، "کتنے عمدہ سانپ تم لیے ہوئے ہو۔" یہ سُن کر لڑکے بڑے مایوس ہو گئے۔ اس وقت تک انھوں نے میرا خوف زدہ چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

"کیا تم کو ان سانپوں سے ڈر نہیں لگتا؟" بڑے لڑکے نے پوچھا۔

این ہنسنے لگی، "ڈر نہیں لگتا! بھلا ڈرنے کی کیا بات ہے؟ میں تو زندگی بھر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ اب یہ جو سانپ ہے .... میں تم کو اس کے بارے میں اتنی باتیں بتا سکتی ہوں جو تم نے کبھی سنی نہ ہوں گی۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ انڈے نہیں دیتا۔ میں نے اس کے ایک جوڑے کو کُنڈلی مارے دھوپ کھاتے دیکھا ہے اور اس کنڈلی کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی تھے۔ کبھی کبھی سانپ ایک وقت میں پچھتّر سے بھی زیادہ بچّے دیتے ہیں۔"

عین اسی وقت میرے گھٹنے کانپنے لگے، کیوں کہ این نے بڑے اطمینان سے بڑے لڑکے سے ایک لمبا سا بھورا سانپ لے لیا اور اس کے سر کو اپنے انگوٹھے اور شہادت والی انگلی سے دبا لیا۔ سانپ فوراً اس کے کھلے ہوئے بازو پر لپٹ گیا اور اپنی زبان میری طرف لپکانے لگا۔ میں سمجھی کہ اب میں چیخ پڑوں گی۔ مجھ سے یہ ہرگز برداشت نہ

ہو سکے گا۔ چھوٹے لڑکے نے اب اپنی نظریں میری طرف پھیریں، "تم سانپ سے ڈرتی ہو۔ ہے نا یہی بات؟" اس نے کہا۔

این فوراً میری صفائی میں بول پڑی، "نہیں، نہیں، یہ بالکل نہیں ڈرتی۔" اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں غصّہ بھی تھا اور مستقل مزاجی بھی۔ "لو، اسے ایک منٹ کے لیے پکڑ لو۔ میں ان لڑکوں کو بلیور (بسر (سانپ کی ایک قسم) کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

مجھے نہیں معلوم کہ کون سی غیبی طاقت نے اس بھیانک وقت پر میری مدد کی۔ لیکن چند ہی سکنڈوں میں میرے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان خود شیطان کا سَر دبا ہوا تھا جس کو این نے بے پروائی سے اپنے بازو سے علاحدہ کر دیا تھا۔ سانپ اپنا جسم ہوا میں لہراتا رہا اور پھر تھر تھرا کر اس نے اپنے آپ کو میرے کھلے ہوئے

چھوٹے لڑکے نے مجھ سے پوچھا، "تم سانپ سے ڈرتی ہو۔ ہے نا یہی بات؟"

بازو پر لپیٹ لیا۔ اس کی دُم میری کہنی سے لٹک رہی تھی۔

عین اسی وقت ایک معجزہ رونما ہو گیا، یعنی جوں ہی سانپ کا جسم میرے جسم سے لگا میرا خوف رفوچکّر ہو گیا۔ میرے دل کا اُچھلنا بند ہو گیا اور میرے گھٹنے ساکت اور پُرسکون ہو گئے۔ اب سانپ نہ تو میرے لیے بھیانک تھا اور نہ خطرناک۔ وہ تو اب ایک مجبور قیدی تھا۔ اس کا شان دار جسم میرے بازو پر لپٹا ہوا تھا۔ اب وہ ایسا نہ تھا جیسا کہ میں تصوّر کیے ہوئے تھی۔ وہ نہ تو ٹھنڈا تھا اور نہ مکروہ۔ اس کا ئر خطرناک ہونے کے بجائے اب انتہائی پریشان تھا۔ یکایک مجھے اس کی حالت پر ترس آنے لگا۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے این کو اس کا احساس ہی نہیں کہ میں اس کے قریب خاموش کھڑی ہوں۔ وہ سانپ کو پکڑے ہوئے اس کے بارے میں ان لڑکوں کو بہت سی باتیں بتا رہی تھی اور لڑکے بڑی دل چسپی سے سُن رہے تھے۔ وہ انھیں بتا رہی تھی کہ چوں کہ سانپوں کی قوت سماعت کم زور ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے حسّاس جسموں کے ذریعے سے ارتعاش کو محسوس کر سکتے ہیں اور اپنے نرالے جبڑوں کی بہ دولت خرگوش کے جتنے بڑے جانوروں کو بھی نگل جاتے ہیں۔ وہ بتا رہی تھی کہ بعض قسم کے سانپ انڈے دیتے ہیں، بعض بچّے دیتے ہیں اور یہ کہ سانپ کسانوں کے لیے کس طرح مفید ثابت ہوتے ہیں، اس لیے ان کا تحفّظ کرنا چاہیے۔

جب وہ دونوں سانپ ان لڑکوں کو واپس کر دیے گئے اور لڑکے چلے گئے تو مجھے کسی حد تک افسوس ہوا۔ یہ لڑکے میلے میں سانپ بیچنے جا رہے تھے۔ لڑکے جب چلے گئے اور ہم لوگ گاؤں کے میلے میں شرکت کرنے روانہ ہوئے تو مجھے ایک ایسی آزادی کا احساس ہوا جس کو میں آج تک نہیں بھولی ہوں۔ شاید میری دلیری کا سبب میری خودداری ہو، لیکن خوف سے نجات مل جانا میرے لیے انتہائی خوشی کا سبب بن گیا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر عام آدمی کے اندر دلیری کا ایک ایسا ذخیرہ موجود ہوتا ہے جس کا اندازہ صرف وقت پڑنے ہی پر ہو پاتا ہے۔

میں زندگی بھر کے لیے این بیری کی احسان مند ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ اب جب بھی مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے تو مجھے اس کی آواز سنائی دینے لگتی ہے۔

دو سیب

علی اسد

جس زمانے میں پرندے انسان سے بات چیت کیا کرتے تھے اور نہایت عقل مند ہوا کرتے تھے اُسی زمانے میں ایک بادشاہ رہا کرتا تھا۔ اس بادشاہ کا ایک چہیتا توتا تھا۔ وہ اس توتے کو بے حد چاہتا تھا اور گھنٹوں اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ خود اپنے ہاتھ سے اس کو طرح طرح کے پھل کھلایا کرتا تھا۔ توتے کو بھی بادشاہ سے محبّت ہو گئی تھی اور وہ نہایت خوب صورت الفاظ میں اپنی محبّت کا اظہار بھی کرتا رہتا تھا۔

ایک دن موسمِ بہار میں توتے نے بادشاہ سے کہا: "اچھے بادشاہ! مجھے اپنا گھر چھوڑے ہوئے بہت دن ہو چکے ہیں۔ مجھے چُھٹی دے دیجیے، تاکہ میں اپنے محبوب وطن کو ایک بار دیکھ آؤں۔"

لیکن بادشاہ نے اجازت نہ دی۔ وجہ یہ تھی کہ بادشاہ اپنے چہیتے کی جُدائی برداشت نہیں کرسکتا تھا، لیکن توتا کئی روز تک بادشاہ سے التجا کرتا رہا۔ آخر بادلِ ناخواستہ بادشاہ نے اجازت دے دی اور کہا، "پیارے توتے، اچھا جاؤ اور اپنے وطن کی سیر کر آؤ۔ جب چھے مہینے گزر جائیں تو پھر میرے پاس واپس آجانا اور جب آنا تو اپنی محبّت کا ثبوت دینے کے لیے کوئی تحفہ ضرور لانا۔"

توتا بولا: "میرے اچھے بادشاہ، میں آپ کے پاس رہوں یا آپ سے دُور رہوں، بہرحال مجھے آپ سے محبّت رہے گی۔"

چناں چہ دونوں نے ایک دوسرے کو بڑی محبّت سے الوداع کہا اور توتے نے اپنے خوب صورت پَروں کو پھیلا دیا اور اپنے وطن کی طرف اُڑ گیا۔ وہ ایک درخت سے دوسرے درخت اور ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر اُڑتا چلا گیا، لیکن بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو لگا دیا تھا کہ وہ توتے کے پیچھے پیچھے چلے جائیں۔ راستہ بڑا طویل تھا اور کٹھن بھی تھا۔ بادشاہ کے آدمی کم از کم سو میل تک جنگل میں چلے گئے۔ اس کے بعد ایک بالکل ویران علاقہ ملا جہاں پر نہ گھاس تھی اور نہ درخت تھے۔ اس کے بعد ایک دریا ملا، جس کی وجہ سے ان آدمیوں کا آگے

بڑھنا دشوار ہو گیا، اس لیے یہ لوگ واپس جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں انھیں بہت دُور دریا کے کنارے چند درخت دکھائی دے گئے۔ انھی درختوں میں سے ایک درخت کی شاخ کچھ جُھکی ہوئی تھی اور اس پر ایک گھونسلا تھا اور اسی گھونسلے میں بادشاہ کا توتا بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کے آدمی بہت خوش ہوئے، مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہوا کا جھونکا جب آتا ہے تو وہ کم زور سی شاخ جُھک کر پانی میں چلی جاتی ہے۔ یہ سب دیکھ کر بادشاہ کے آدمی واپس چلے گئے اور جو کچھ دیکھا تھا وہ سب بادشاہ کو کہہ سُنایا۔

بادشاہ یہ سُن کر بڑا حیران ہوا کہ ایک عقل مند پرندہ جس کو ہر طرح کا آرام یہاں پر نصیب تھا وہ ایک ویرانے میں جلاوطنی کی سی زندگی گزارنے کو کیوں اچھا سمجھتا ہے، لیکن چوں کہ بادشاہ عقل مند تھا، لہٰذا وہ غور کرنے لگا۔ پھر اپنے مُصاحبوں سے بولا:

بادشاہ نے ایک سیب اپنے پالتو کتّے کے آگے ڈال دیا۔

"سچائی کی یہ ایک معمولی سی مثال ہے۔ ہر ایک کو اپنا ہی گھر پیارا ہوتا ہے خواہ وہ کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو۔ اسی بنا پر توتے کو اپنا ٹوٹا پھوٹا گھونسلا عزیز ہے۔"

پھر جب چھے مہینے گزر گئے تو توتا اپنے بچّوں کی پرورش کرنے کے بعد بادشاہ کے پاس واپس آنے لگا۔ اب اسے تحفہ لے جانے کا وعدہ یاد آیا۔ وہ پریوں کے باغ چلا گیا اور ایک طلسمی (جادوئی) درخت سے اس نے دو گلابی سیب لے لیے اور روانہ ہو گیا۔ بادشاہ کے پاس پہنچ کر توتے نے وہ دونوں سیب پیش کر دیے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ الگ رہ کر بھی توتے کی محبّت میں کوئی کمی نہیں آئی، لیکن سب بادشاہ بڑے شکّی مزاج ہوتے ہیں۔ اس بادشاہ نے ایک سیب اپنے پالتو کتّے کے آگے ڈال دیا۔ کتّے نے فوراً اس پر منھ مارا، سیب کھاتے ہی اس کی حالت غیر ہو گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو طیش آ گیا اور اس نے اُٹھ کر توتے کی گردن مروڑ ڈالی۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ دوسرے سیب کو دُور پھینک دیا جائے۔

یہ طلسمی سیب بادشاہ کے باغ میں جا گرا اور تھوڑے ہی دِنوں میں اس نے ایک درخت کی شکل اختیار کر لی اور اس میں پھل آنے لگے۔ بہرحال محل کا کوئی آدمی ڈر کے مارے اس درخت کے قریب نہیں آتا تھا۔ خود بادشاہ نے بھی حکم دے دیا تھا کہ اس درخت سے ہر شخص پچاس قدم دُور رہے۔ چناں چہ اس درخت کو لوگوں نے "موت کا درخت" کہنا شروع کر دیا۔

بادشاہ کا باغ بہت بڑا تھا۔ شاہی اصطبل کے پیچھے ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی۔ جس میں ایک بوڑھا بھنگی اور اس کی بیوی رہا کرتے تھے۔ دونوں بے حد غریب تھے اور کم زور بھی ہو چکے تھے۔ ایک رات جب کہ یہ دونوں اپنی بدقسمتی پر غور کر رہے تھے تو بھنگی بولا، "ہماری زندگی تو ایک مصیبت بن گئی ہے۔ بہت دن جی لیے۔ چلو موت کے درخت کا پھل کھا لیں اور دونوں ساتھ ساتھ مر جائیں۔" چناں چہ یہ دونوں گئے اور اس درخت کا پھل توڑ لائے۔ پھر مرنے کے لیے تیار ہو کر دونوں نے یہ پھل کھا لیا، لیکن واہ! وا! پھل کھاتے ہی ایک معجزہ ہو گیا۔ دونوں بُڑھیا بُڈھے مرنے کے بجائے اچانک جوان اور خوب صورت ہو گئے۔ دوسرے دن صبح کو اصطبل کا داروغہ اِدھر آ گیا۔

اس نے جو ان دونوں کو دیکھا تو اجنبی سمجھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟

"ہم تو وہی دونوں بھنگی ہیں جو برسوں سے اس جھونپڑی میں رہتے چلے آئے ہیں۔ زندگی سے تنگ آکر ہم نے موت کے درخت کا پھل کھا لیا، مگر خدا کا فضل ایسا ہوا کہ مرنے کے بجائے ہم دونوں پھر سے جوان ہو گئے۔"

داروغہ اصطبل نے جو یہ سنا تو حیران رہ گیا۔ اور فوراً ان دونوں کو بادشاہ کے حضور پیش کر دیا اور سارا قصّہ سنایا۔ بادشاہ جب سارا قصّہ سن چکا تو اس نے اپنے ایک بوڑھے درباری کو حکم دیا کہ اس پُر اسرار درخت کے چند پھل لے آئے۔ درباری پھل لے آیا۔ بادشاہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ ایک پھل کھالے۔ بوڑھے درباری نے مجبوراً پھل کھا لیا۔ پھل کھانا تھا کہ بوڑھا درباری پھر سے جوان ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے لپک کر خود بھی ایک پھل کھا لیا۔ اب کیا تھا، تمام درباریوں نے بھی لپک

بھنگی نے اپنی بیوی سے کہا، "ہماری زندگی مصیبت بن گئی ہے۔ آؤ موت کے درخت کا پھل کھا کر ایک ساتھ مر جائیں۔"

لپک کر ایک ایک پھل کھا لیا۔ چناں چہ دیکھتے ہی دیکھتے محل کے تمام عورت مرد جوان اور خوب صورت ہو گئے۔

اب بادشاہ نے اپنے نجومیوں اور دانش وروں کو بلوایا اور ان کو حکم دیا کہ یہ دریافت کریں کہ کتّا اس پھل کو کھا کر کیوں مَر گیا۔ تمام اہلِ علم تحقیق میں لگ گئے۔ خاصی تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جس پھل کو کھا کر کتا مَر گیا تھا اس کو ایک زہریلے سانپ نے چاٹ لیا تھا جو پریوں کے باغ میں چھپا ہوا تھا، لہٰذا سانپ کے زہر کی وجہ سے کتّا مَر گیا تھا۔ اس میں بے چارے توتے کا کوئی قصور نہ تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد بادشاہ کو بڑا صدمہ ہوا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ توتا تو مَر چکا تھا۔ بہرحال بادشاہ نے توتے کا بڑا خوب صورت مقبرہ تعمیر کروایا جس کی زیارت کے لیے دُور دُور سے لوگ آیا کرتے تھے۔

الگ، الگ

بعض نونہال اپنے مضامین، کہانیاں، لطیفے، سوالات، خیال کے پھول، خبریں اور خط وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اس طریقے سے ان کی چیزیں شائع نہیں ہو سکتیں اور ان کو الگ الگ کرنا مشکل ہوتا ہے، اس لیے ہر چیز کو الگ کاغذ پر لکھنا چاہیے اور اس پر اپنا نام اور پتا بھی صاف لکھنا چاہیے تاکہ ہم ان کو علاحدہ علاحدہ فائلوں میں رکھ سکیں اور نمبر آنے پر شائع کر سکیں۔ ایک بچّے نے خط لکھا اور اُسی کے پیچھے لطیفہ بھی لکھ دیا۔ وہ لطیفہ چھپ سکتا تھا، لیکن علاحدہ کاغذ پر نہ لکھا ہونے کی وجہ سے شائع نہ ہو سکا اس لیے آپ جتنی چیزیں لکھیں الگ الگ کاغذوں پر لکھیں۔ ہاں ان کو ایک ہی لفافے میں رکھ کر بھیج سکتے ہیں، یعنی ہر چیز کے لیے علاحدہ لفافہ بھیجنا ضروری نہیں ہے۔

پہلی مُسکراہٹ

مناظر صدیقی

فرخ اور تنویر جس اسکول میں پڑھتے تھے وہاں ہر بچّے کو اچھے کام کرنے پر اسکول کا ایک خوب صورت سا ٹکٹ انعام میں دیا جاتا. جس بچے کو سال بھر میں سب سے زیادہ ٹکٹ ملتے اس کا نام اسکول کے ہال میں لگے ہوئے بورڈ پر لکھوا دیا جاتا. اس طرح اسکول کے بورڈ پر بہت سے بچّوں کے نام لکھے ہوئے تھے کہ کون سے سال کون کون سا بچّہ سب سے زیادہ ہونہار اور نیک رہا۔ گویا اسکول میں اس طرح ایک طالب علم کو سال کا بہترین طالب علم قرار دیا جاتا تھا۔ ایسے ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے ہر بچّہ اپنے اپنے طور پر کوشش کرتا۔ یوں بھی اسکول کی طرف سے یہ ٹکٹ بہت خوب صورت چھپوائے گئے تھے۔ اگر کسی ایسے بچّے کو جسے پہلے یہ ٹکٹ مل چکے ہوں کسی غلطی پر کوئی سزا ملتی تو وہ بچّہ اپنے ٹکٹ واپس کر کے سزا سے بچ جاتا تھا۔ اسکول کا یہی قاعدہ تھا کہ ٹکٹ

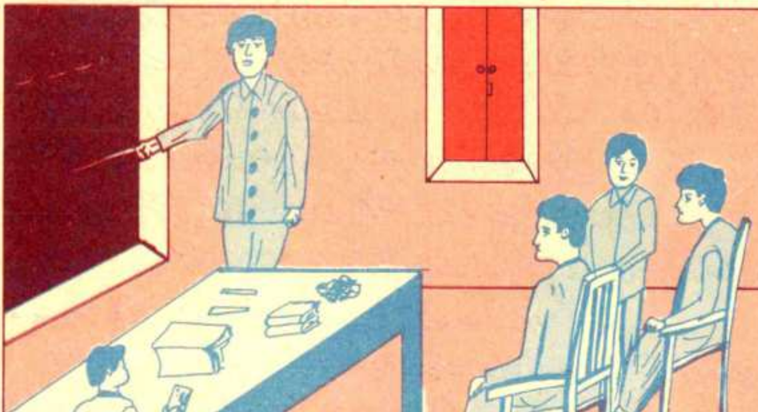

فرخ اور تنویر کے اسکول میں اچھے کام کرنے والے بچّوں کو خوب صورت ٹکٹ انعام میں دیا جاتا تھا۔

واپس کرنے پر سزا نہیں دی جاتی تھی اس طرح ہر بچے کی خواہش اور کوشش ہوتی کہ وہ مزید کوئی اچھا کام نہ کر سکے تو کوئی غلطی بھی نہ کرے تاکہ اس کے ٹکٹ چھننے نہ پائیں اسی وجہ سے یہ اسکول پورے شہر میں مشہور تھا کہ وہاں پڑھنے والا ہر بچہ بڑا نیک ہوتا۔ البتہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب بہت سخت تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر سخت سزا دے دیتے۔ اُن کا نام عبدالعزیز تھا۔ انھیں غصّہ آتا تو بالکل تھانے داروں کی طرح بگڑتے کسی بچّے سے کوئی غلطی ہوجاتی تو اسے سزا دینے سے پہلے ایسے سوالات کرتے جیسے عدالت میں وکیل یا جج کسی ملزم سے کرتے ہیں۔ پھر پوری جماعت کے سامنے اس طرح اپنا فیصلہ سناتے جیسے عدالت کا جج سناتا ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ پڑھائی شروع ہونے کی گھنٹی صبح ۸ بجے کے بجائے پونے آٹھ بجے ہی بج گئی۔ ہر لڑکا اپنی اپنی جگہ حیران تھا کہ گھنٹی وقت سے پہلے کیوں بجی؟ اسکول کا قاعدہ تھا کہ پہلے ایک بڑے ہال میں سب جمع ہوجاتے۔ یہاں سب کی حاضری لی جاتی۔ اس کے بعد بچے اپنی اپنی کلاسوں میں چلے جاتے۔ جس جماعت کی حاضری پوری ہوجاتی اُس جماعت کے بچّے قطار باندھے ہال سے نکلتے اور اپنی جماعت میں چلے جاتے۔ حاضری ہمیشہ عبدالعزیز صاحب خود ہی لیا کرتے۔ اُس روز حاضری سے پہلے ہی انھوں نے اعلان کیا کہ کوئی بچّہ حاضری کے بعد ہال سے باہر نہیں نکلے گا۔ ان کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ کئی بچّے تو ڈر کے مارے کانپنے لگے۔ غرض حاضری ختم ہوئی تو عبدالعزیز صاحب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔ تمام بچّوں کی طرف بڑے غصّے سے دیکھا اور کہنے لگے :

"تم میں سے جس سے جو بات پوچھی جائے وہ اس کا بالکل سچ سچ جواب دے گا۔ اگر کسی نے کوئی جھوٹ بولنے کی کوشش کی یا کوئی بات چھپانے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔"

ان کے تیور دیکھ کر تمام بچّے سہم گئے۔ ہر کوئی یہ بات سمجھ گیا کہ آج پھر کوئی مقدمہ شروع ہونے والا ہے۔ نہ جانے کس سے کیا غلطی ہوگئی ہے اور معلوم نہیں اب کس پر نزلہ گرے گا۔

عزیز صاحب نے ایک مرتبہ پھر چاروں طرف غصّے سے دیکھا۔ پھر پلٹ کر پیچھے کھڑے ہوئے چپراسی کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ چپراسی فوراً آگے بڑھا اور ایک چھوٹی سی میز کھسکا کر عزیز صاحب کے سامنے رکھ دی اور تیز تیز چلتا ہوا ہال سے نکل گیا۔ چند منٹ بعد ہی چپراسی دوبارہ ہال میں داخل ہوا۔ اس وقت اس کے ہاتھوں پر ایک کشتی تھی۔ اس کشتی میں کوئی چیز رکھی تھی جس پر ایک بڑا سا کپڑا ڈال کر اسے چھپا دیا گیا تھا۔ چپراسی نے کشتی میز پر رکھ دی اور ایک طرف ہٹ کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔

عزیز صاحب نے بچّوں پر ایک نگاہ ڈالی شاید وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ سب کی توجہ ان کی طرف ہے یا نہیں۔ پھر انھوں نے کشتی میں رکھی ہوئی چیز پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ وہ ایک بڑا سا گلوب تھا، جس کا ٹوٹا ہوا اسٹینڈ بھی اس کے ساتھ ہی رکھا تھا۔ گلوب پر بنے ہوئے نقشے میں کسی نے رنگین چاک سے رنگ بھرنے کی کوشش کی تھی۔

"یہ گلوب کس نے توڑا ہے اور اس پر رنگ کس نے پھیرا ہے؟" عزیز صاحب نے بچّوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پھر ایک لمحہ رک کر کہا۔ جن رنگین چاکوں سے رنگ بھرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ بھی چاک بکس سے چُرائے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اسکول کی چیز کو توڑنا، خراب کرنا، اور چوری کرنا، یہ سب ایسی باتیں ہیں جنھیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ تم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ جس نے یہ حرکت کی ہے وہ خود کھڑا ہو کر اقرار کرلے۔ اگر کسی بچّے نے کسی کو یہ جرم کرتے ہوئے دیکھا ہے تو وہ کھڑا ہو کر بتا دے ورنہ میں نے مجرم کو خود پہچان لیا تو اُسے اتنی سخت سزا ملے گی کہ اُس کے فرشتے بھی کانپ جائیں گے۔"

عزیز صاحب اپنی تقریر ختم کر کے کرسی پر بیٹھ گئے۔ شاید انھیں انتظار تھا کہ کوئی بچّہ خود ہی اقرار کرے یا کوئی دوسرا بچّہ اس شریر کی نشان دہی کر دے۔ لیکن بچّوں کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ پورے ہال میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سب بچّے ایک دوسرے کا منھ دیکھ رہے تھے۔ لیکن آواز کسی کی بھی نہ نکلی۔ اسی طرح پانچ منٹ گزر گئے۔ اب تو عزیز صاحب کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ انھوں نے زور سے میز پر ہاتھ مار کر کہا:

"مجھے اب تک جواب نہیں ملا۔ میں تمھیں ایک منٹ اور دیتا ہوں۔ جس کا قصور ہو وہ اقرار کرے ورنہ پھر۔۔۔۔۔۔۔"

عزیز صاحب نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ لیکن ایک منٹ گزرنے کے باوجود بھی کوئی بچہ کچھ نہ بولا تو عزیز صاحب نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کی شامت آئی ہے۔ مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا" اتنا کہہ کر انھوں نے تمام بچّوں پر نظریں جما دیں جیسے وہ ان میں سے مجرم کو تلاش کرنا چاہتے ہوں۔ پھر کچھ دیر رکنے کے بعد انھوں نے کہا:

"یہ گلوب جس کمرے میں رکھا ہوا تھا وہ تمام کلاسوں سے الگ تھلگ ہے کوئی بھی بچّہ اپنی جماعت میں جانے کے لیے ادھر سے نہیں گزر سکتا۔ اگر کوئی اس کمرے کے قریب کھڑا نظر آئے تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ وہ بچہ صرف اس کمرے میں جانے کے لیے وہاں گیا ہے۔ ہمیں ایک ایسے بچّے کا نام معلوم ہے جو کل دوپہر کو کھانے کی چھٹّی میں اس کمرے کے قریب کھڑا دیکھا گیا تھا۔" عزیز صاحب ایک مرتبہ پھر خاموش ہو کر غصے بھری نظروں سے بچّوں کو دیکھنے لگے۔ بچّے اب بھی خاموش تھے۔ وہ سہمے سہمے سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان میں سے کون اس کمرے کے قریب دیکھا گیا ہوگا۔ اسی وقت میز پر عزیز صاحب کا ہاتھ پڑا جس سے ایک زور دار آواز پیدا ہوئی۔ گویا عزیز صاحب سب بچّوں کو کچھ کہنے کے لیے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے۔

"فرخ! کھڑے ہو جاؤ۔" عزیز صاحب نے گرج کر کہا۔

فرخ اپنی جگہ سہما ہوا کھڑا ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے تو کوئی قصور نہیں کیا۔ وہ کمرے میں گیا بھی نہیں پھر عزیز صاحب نے اُسے کیوں کھڑا کیا ہے؟" اُسی وقت عزیز صاحب پھر گرجے:

"کیا تم اقرار کرتے ہو کہ یہ گلوب تم نے توڑا ہے؟"

"جی نہیں۔" فرخ نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"تم اُس کمرے میں گئے تھے؟"

"جی نہیں۔"

"تم کل کھانے کی چھٹّی میں اُس کمرے کے قریب والے برآمدے میں کھڑے تھے؟"

"جی ہاں۔"

"جب تم کمرے میں نہیں گئے تو وہاں کیوں کھڑے تھے؟ کیا تم نے وہاں کسی اور کو جاتے دیکھا؟ تمھیں کسی اور پر شبہ ہے؟" عزیز صاحب نے ایک ساتھ کئی سوالات کر دیے، لیکن فرخ نے ان تمام سوالات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کل برآمدے میں تو گیا تھا لیکن صرف تھوڑی دیر راشد کا انتظار کرنے کے بعد کھانا کھانے کے لیے گھر چلا گیا تھا۔ راشد نے اُس سے کہا تھا کہ وہ برآمدے میں انتظار کرے۔ وہ وہیں آکر فرخ کی کہانیوں کی کتاب اُسے واپس کر دے گا۔ یہ کتاب کچھ دن پہلے وہ فرخ سے مانگ کر لے گیا تھا۔ لیکن راشد وعدے کے مطابق نہیں آیا جس وقت وہ برآمدے میں کھڑا تھا اُسی وقت تنویر بھی اُس کے پاس آیا تھا۔ فرخ نے یہ تو نہیں دیکھا تھا کہ وہ کس طرف سے آیا ہے۔ لیکن اُس نے تنویر سے بات ضرور کی تھی۔ تنویر نے اُس سے کہا تھا کہ اگر راشد نے کتاب واپس کر دی ہو تو فرخ کچھ دن کے لیے اُسے دے دے، وہ پڑھ کر واپس کر دے گا۔ اب فرخ سوچ

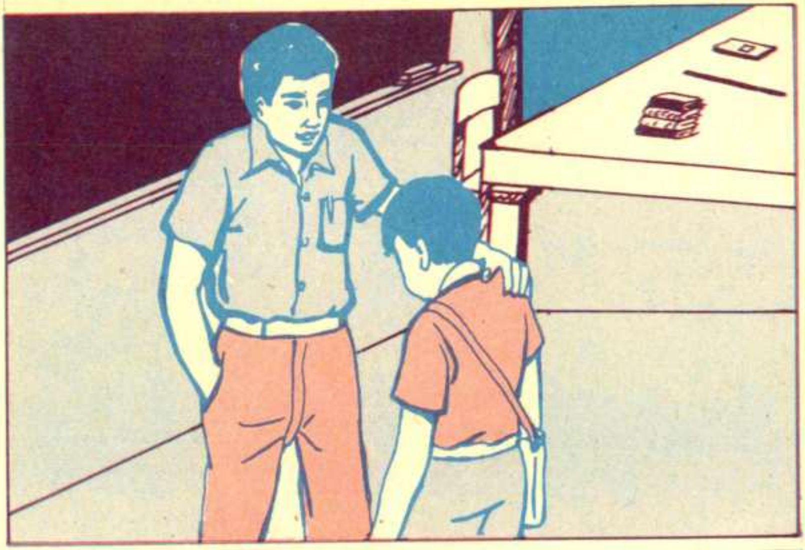

فرخ عزیز صاحب کے سامنے کھڑا سوچ رہا تھا کہ اس نے تو کوئی قصور نہیں کیا۔

رہا تھا کہ اگر اُس نے عزیز صاحب کو یہ بتا دیا کہ تنویر بھی وہاں آیا تھا تو ہو سکتا ہے اُس کی جان بچ جائے، لیکن بے چارہ تنویر کو خواہ مخواہ سزا مل جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ گلوب تنویر نے بھی نہ توڑا ہو اور وہ بھی اسی کی طرح بے قصور ہو یہی سب باتیں سوچ کر فرخ خاموش رہا۔ لیکن اس کی خاموشی نے عزیز صاحب کا غصہ اور بڑھا دیا۔ وہ غصّے میں کرسی سے اٹھ گئے۔ بڑی زور سے دونوں ہاتھ میز پر مارے اور کہنے لگے:

"تم نے اقرار کیا کہ تم برآمدے میں موجود تھے۔ لیکن تم نے وہاں کسی اور کو نہیں دیکھا۔ تم خود بھی کمرے میں جانے سے انکار کرتے ہو۔ لیکن یہ بھی نہیں بتاتے کہ اُس برآمدے میں کیوں گئے تھے؟ وہاں کیوں کھڑے تھے؟ تمھاری خاموشی کا مطلب صرف یہ ہے کہ گلوب توڑنے کا جرم تم نے ہی کیا ہے۔ اب اپنے قصور کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ اپنے جرم کا اعتراف کرلو۔ اس طرح تمھاری سزا کم ہو جائے گی ورنہ اتنی سخت سزا دوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھو گے۔ میں تمھیں ایک منٹ دیتا ہوں یہ آخری موقع ہے۔ اقرار کر لو گے تو فائدے میں رہو گے ورنہ پچھتاؤ گے۔"

فرخ نے عزیز صاحب کی باتیں سُن کر سر جھکا لیا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب اُسے بے قصور سزا بھگتنی پڑے گی۔ لیکن اُس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی جان بچانے کے لیے

کسی دوسرے کا نام نہ لے گا۔ اور نہ جھوٹا اقرار کرے گا کیوں کہ جھوٹ سے اُسے نفرت تھی۔ پھر اقرار کرنے کے بعد بھی تو سزا ملنی تھی۔ اُس نے سوچا کہ سزا ملنی ہی ہے تو اس میں کمی کرانے سے کیا ہوتا ہے کم نہ سہی زیادہ سہی۔ یہی سب سوچ کر وہ خاموش رہا، یہاں تک کہ عزیز صاحب پھر گرجے :

"تم نے آخری موقع بھی گنوا دیا۔ اب آگے بڑھو اور میرے قریب آؤ۔"

اُسی وقت تنویر روتا ہوا آگے بڑھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ روتے روتے اُس نے عزیز صاحب سے کہا :

"سر! میں فرخ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"خوب باتیں کر لینا، لیکن سزا کے بعد۔" عزیز صاحب نے غصے سے کہا۔

"مجھے سزا سے پہلے ہی کچھ دینا ہے۔" تنویر نے کہا اور عزیز صاحب کی اجازت کا انتظار کیے بغیر فرخ کے پاس پہنچ گیا۔ ہاتھ میں دبا ہوا لفافہ فرخ کو دیتے ہوئے اُس نے کہا :

"اس میں اسکول کے خاص ٹکٹ ہیں۔ یہ تم ماسٹر صاحب کو دے دو تمھیں سزا نہیں ملے گی۔"

"لیکن یہ تو تمھارے ہیں۔"

"ہاں! ہاں میرے ہیں۔ میں اپنی خوشی سے تمھیں دے رہا ہوں، تم انھیں ماسٹر صاحب کو دے دو، جلدی کرو۔"

وہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے جس سے عزیز صاحب کا غصہ اور بڑھ گیا۔ انھوں نے ڈانٹ کر کہا :

"کیا کھسر پھسر کر رہے ہو۔ لفافے میں کیا ہے۔ لاؤ ادھر لاؤ۔"

فرخ نے آگے بڑھ کر لفافہ عزیز صاحب کو دے دیا۔ عزیز صاحب نے لفافہ کھولا تو اس میں پندرہ ٹکٹ تھے۔ اسی وقت تنویر نے کہا، "یہ میرے ہیں۔ میں نے اپنی خوشی سے فرخ کو دیے ہیں۔ آپ انھیں لے لیجیے اور فرخ کو سزا نہ دیجیے۔"

"مگر تم فرخ کو سزا سے کیوں بچانا چاہتے ہو؟" عزیز صاحب نے پوچھا۔

"فرخ میرا دوست ہے، اُسے سزا نہ دیجیے۔" تنویر روتے ہوئے بولا۔

راشد کھڑا ہو کر کہنے لگا، "سر! فرخ بے قصور بھی ہے۔ گلوب تو میں نے توڑا ہے۔ میں صرف رنگ بھرنا چاہتا تھا لیکن وہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔"

"تم نے اتنی دیر سے کیوں نہ بتایا اور اب کیوں بتا رہے ہو؟" عزیز صاحب نے پوچھا۔

"میں سزا سے بچنا چاہتا تھا لیکن تنویر کو ٹکٹوں کی قربانی دیتے دیکھ کر میں نے بھی فیصلہ کیا کہ مجھے اپنے قصور کا اعتراف کر لینا چاہیے ورنہ تنویر کے ٹکٹ ...." راشد آگے کچھ نہ کہہ سکا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں نے تمھاری سزا بھی معاف کر دی۔ آیندہ ایسی غلطی نہ کرنا۔" عزیز صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا اور تنویر کے ٹکٹ بھی واپس کر دیے۔ بچّوں نے پہلی بار عزیز صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔ سب بچّوں کے چہرے بھی خوشی سے کھل گئے۔ عزیز صاحب نے بچّوں کو گھور کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ شاید سزاؤں کی معافی پر بچّوں کی خوشی نے انھیں بھی خوش کر دیا تھا۔

جاگو جگاؤ

دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا

حکیم محمد سعید اپنے مقبول کالم جاگو جگاؤ میں بڑے کام کی باتیں لکھتے ہیں اور بچّے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ دس سال کے کالموں سے انتخاب کر کے مسعود احمد برکاتی نے جو کتاب مرتّب کی تھی، اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

اس خوب صورت کتاب کی قیمت صرف ۵ رُپے ہے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد، کراچی ۱۸

نونہال مصور

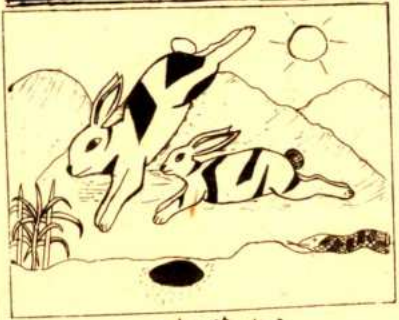

محمد علی شیخ، لاڑکانہ

سعدیہ سعید، سکھر

زر افشاں فاخر، حیدر آباد

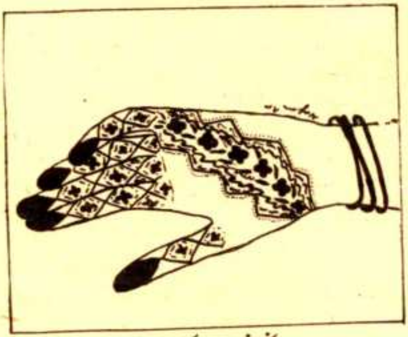

نجمہ خورشید، کراچی

ناز پروین، کراچی

پیارے بچّے

سیّد عبدالحکیم

کتنے اچھے پیارے بچّے
میرے وطن کے سارے بچّے
اسکولوں کی شان بڑھائیں
دنیا میں وہ نام کمائیں
کتنے اچھے پیارے بچّے
روشن چاند ستارے بچّے
پاکستان کی شہرت یہ ہیں
استادوں کی عزّت یہ ہیں
پاک وطن کی آن یہی ہیں
ملّت کی پہچان یہی ہیں
ماں اور باپ کے راج دلارے
گھر کے جگنو، چاند، ستارے
علم کی گھر گھر شمع جلائیں
روشنیوں کے شہر بسائیں
کتنے اچھے پیارے بچّے
میرے وطن کے سارے بچّے

کام یابی کے سات اصول

احمد افضال

آپ زندگی کے کس شعبے میں کام یاب ہونا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ایک مشہور وکیل بننا چاہتے ہیں؛ یا ایک کام یاب اور ایمان دار تاجر یا ایک ممتاز ادیب؟ آپ کی خواہش ایک قابل استاد بننے کی ہے یا ایک ہمدرد معالج بننے کی؟ آپ ایک شعلہ بیان مقرر بن کر کچھ کرنا چاہتے ہیں یا اپنے آپ کو ایک عالم دین دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ کا دل ایک فوجی افسر بننا چاہتا ہے یا ایک ماہر انجینیر؟ غرض آپ کسی بھی میدان میں کام یابی و کامرانی کے خواہش مند ہوں، آپ کو ان اصولوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، جن کو اپنائے بغیر کسی میدان میں بھی کام یابی ممکن نہیں ہے۔ وہ اصول یہ ہیں:

(۱) سب سے پہلے اپنی زندگی کا کوئی مقصد متعین کیجیے۔ یہ مقصد اور نصب العین لازماً نہایت اعلا اور بلند ہونا چاہیے۔ یہ نہ سوچیے کہ "کہاں میں اور کہاں یہ مقام"۔ کیوں کہ جب آدرش اور مقصدِ حیات ہر دم پیشِ نظر ہو تو ساری مشکلات ختم ہو جاتی ہیں اور راہ کے تمام پتھر ہٹتے جاتے ہیں۔ مشہور سیاسی لیڈر اور مقرر سر وِنڈلاس (۱۸۲۹۔۱۹۰۶) کا قول ہے:

"جو لوگ سفرِ حیات پر روانہ ہونے لگیں، وہ میری اس نصیحت کو کانوں کی زینت بنالیں کہ جب تک وہ اپنی زندگی کا مقصد نہ قرار دے لیں ایک قدم بھی آگے نہ چلیں اور جب وہ اپنی زندگی کا مقصد متعین کر لیں تو پھر پیچھے نہ ہٹیں، تا آنکہ وہ مقصدِ حیات حاصل ہو جائے۔"

ایک فلسفی کہتا ہے، "ہماری زندگی ہمارے خیالات سے بنتی ہے۔" پس اپنا مقصدِ حیات ہر وقت اپنے سامنے رکھیے۔ اُٹھتے بیٹھتے اسے دل ہی دل میں دہرایئے۔ اسی موضوع پر کتابیں پڑھیے اور اسی کے متعلق لوگوں سے گفت گو کیجیے۔ ایک موقع ایسا آئے گا کہ آپ خوابوں میں بھی اپنے آپ کو وہی دیکھنے لگیں گے جو آپ بننا چاہتے ہیں۔ اب آپ کی کام یابی یقینی ہے جیسے

کوئی مشکل یا تکلیف نہیں روک سکتی۔

۲۔ آپ اپنا جائزہ لیجیے۔ وہ کام، جو آپ کرنا چاہتے ہیں، کیا اس کے لیے درکار صلاحیتوں سے آپ بہرہ وَر ہیں؟ جس کام میں آپ کام یاب ہونا چاہتے ہیں کیا آپ اس کے لیے ضروری شرائط پوری کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو وہ صلاحیتیں اور قابلیتیں اپنے میں پیدا کیجیے۔

۳۔ کام یابی کا تیسرا اصول محنت، کوشش اور جدّوجہد ہے۔ آپ نے سُنا ہوگا خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ انسان کی قسمت میں اتنا ہی ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے اور اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو کام میں لاتا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرنے اور خیالی پلاؤ پکانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس پلاؤ کو کھانے کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ کام یابی، اقبال مندی اور فتح یابی چاہتے ہیں تو ہمت اور لگن کے ساتھ مستقل مزاجی اور حوصلے کے ساتھ جدوجہد کیجیے۔ علامہ اقبال صحیح کہہ گئے ہیں:

آشکارا ہے یہ اپنی قوّتِ تسخیر سے
گرچہ اِک مٹّی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

علامہؔ اقبال نے محنت کی اہمیت اِس طرح بھی بتائی ہے:

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

۴۔ کسی ناکامی سے مایوس نہ ہوں۔ ناکامی دراصل کام یابی کا راستہ ہے۔ انسان کی ناکامی اِس امر کا امتحان ہوتی ہے کہ اس میں کام یاب ہونے اور کام یابی کو برقرار رکھنے کا حوصلہ بھی ہے یا نہیں۔ جو لوگ وقتی ناکامیوں سے دل برداشتہ ہو کر ہمت ہار بیٹھتے ہیں وہ ہرگز اپنی منزل نہیں پاتے۔ کام یابی اُنھی لوگوں کے قدم چومتی ہے جو دُشواریوں اور ناکامیوں کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور شاہراہِ حیات پر جب ایک بار چل پڑیں تو واپس مُڑنے کا نام نہ لیں۔

۵۔ ہر حال میں اللہ پر بھروسا رکھیں اور اُسی سے اُمید لگائیے۔ کسی کام کی توفیق اللہ کی تائید کے بغیر نہیں ہو سکتی اور نہ کام یابی و کامرانی خدا کے حکم کے بغیر مِل سکتی ہے، لہٰذا جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اور وہ دوسرے ذرائع اور وسائل سے اُمید

نہیں باندھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناکامیاں ان کو بے حوصلہ نہیں کر سکتیں اور کامیابیاں ان کو مغرور نہیں بنا سکتیں۔ ہر کام میں اللہ کی مدد اور تائید پر توکل کیجیے اور خدا سے دُعا کیجیے۔ یہ دُعا آپ کو حوصلہ ہی نہیں بخشے گی، بلکہ اللہ کی رحمت کو بھی جوش میں لائے گی۔ ہمیشہ یاد رکھیے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ (آل عمران آیت ١٦٠) یعنی "جو مومن ہیں اُن کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ٥ (آل عمران آیت ١٥٠) یعنی "اللہ سب سے اچھا مددگار ہے۔"

٦۔ اپنی خامیوں پر نظر رکھیے۔ دوسروں پر بلاوجہ نکتہ چینی کرنے کے بجائے اپنا محاسبہ کیجیے اور اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنے کی کوشش کیجیے۔ خوش اخلاق بنیے اور لوگوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آئیے۔ دوسروں سے گھلنے ملنے کی کوشش کیجیے اور بد اخلاقی سے اپنے دشمن نہ پیدا کیجیے۔

٧۔ اگر آپ پر اعتراضات کیے جائیں اور آپ کے کام پر نکتہ چینی کی جائے تو بھڑک نہ جائیے۔ ٹھنڈے دل سے اس تنقید پر غور کیجیے۔ اگر آپ کو اپنی غلطی محسوس ہو تو فوراً تسلیم کر لیجیے اور اپنے طرزِ عمل کو بدل دیجیے۔ ہٹ دھرمی، ضد اور زبردستی، جہالت اور نادانی کی علامت ہیں۔ اُن سے بچیے۔ اگر آپ پر نامناسب اور غیر معقول نکتہ چینی کی جائے اور وہ جو آپ کی نگاہ میں درست اور مبنی بر حق نہ ہو تو اس سے گھبرائیے نہیں۔ اس تنقید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ واقعی کامیاب ہو رہے ہیں اور آپ نے دوسروں کے دل میں رشک و حسد کے جذبات بھڑکا دیے ہیں۔ یاد رکھیے: پتھر اسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس پر پھل لگے ہوں۔ غیر معقول اعتراضات دراصل آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف ہیں۔

پاؤں سُن ہو جاتے ہیں

س : زمین پر بیٹھنے سے دونوں پاؤں عموماً سو جاتے ہیں، وجہ اور پرہیز بتائیں۔

عبدالعلیم قمر دیرم، پتوکی

ج : انسان کے جسم کا کوئی حصّہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں خون دورہ نہ کرتا ہو، خون کے اس دوران پر زندگی کا انحصار ہے۔ یہ خون حیات بخش ہے۔ یہ ہر حصّۂ جسم اور ہر عضو کی زندگی کا سامان کرتا ہے۔ جب ہم زمین پر بیٹھتے ہیں تو اِس طرح بیٹھنے سے گوشت دبتا ہے، خون کا دوران عارضی طور پر رُکتا ہے۔ پھر وہاں جو اعصاب (پٹھے = نَرْوْز) ہوتے ہیں وہ بھی دبتے ہیں اور ان تک خون پوری روانی سے نہیں پہنچتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عارضی طور پر سُن ہو جاتے ہیں۔ یہ سُن ہونا بعض اوقات جسم میں حیاتین ب کی کمی کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

پیدائشی کھانسی

س : میری چھوٹی بہن جس کی عمر ڈھائی سال ہے۔ اس کو پیدائشی کھانسی ہے، بہت علاج کروایا لیکن فائدہ کچھ نہ ہوا، براہِ کرم آپ ہی کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ عابد علی، کراچی

ج : ننھّی بہن کو آپ صرف لعوق سپستاں دیجیے۔ ۳ گرام یہ لعوق گرم پانی یا نیم گرم عرق گاؤزبان ۳۶ گرام میں گھول کر صبح، شام اور رات کو دیجیے ان شاءاللہ اس سے فائدہ ہوگا۔

مُنھ سے بُو آتی ہے

س : میری سہیلی جو تقریباً ۱۴ سال کی ہے وہ روزانہ باقاعدگی سے دانت صاف کرتی ہے مگر اس کے منھ سے بُو آتی ہے۔ ڈاکٹر خون کی خرابی بتاتے ہیں۔ علاج بھی ہو رہا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہو رہا، از راہِ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیے۔ فرناز اختر، کراچی

ج : ہو سکتا ہے کہ آپ کی سہیلی صاحبہ کا معدہ خراب ہو یا اُن کو قبض رہتا ہو۔ ہضم کی خرابی اور آنتوں میں فضلات کا جمع رہنا بھی منھ میں بدبُو پیدا کر دیتا ہے۔ ان کو زیادہ سے زیادہ پانی پی کر اپنا قبض رفع کرنا چاہیے۔ یہ تازہ صاف پانی معدہ آنتوں اور گردوں کو غسل دے کر صاف کرتا رہتا ہے۔

شرم اور جھجک

س: میں کسی کے سامنے بولتے ہوئے جھجکتا ہوں۔ کلاس میں اگر ٹیچر کوئی سوال پوچھیں تو میں جواب نہیں دے پاتا حالانکہ مجھے یاد ہوتا ہے، جسے میں لکھ بھی سکتا ہوں مگر زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا اور اگر کسی بڑے آدمی کے سامنے یا کسی دفتر میں جاؤں تو دل دھڑکنے لگتا ہے جبکہ میں دوستوں کے سامنے تقریر بھی کر سکتا ہوں، مگر اسٹیج یا مجمع کے سامنے ساری باتیں بھول جاتا ہوں، کوئی علاج بتائیے کہ میں اپنی اِس کمزوری پر قابو پالوں۔

محمد ہمایوں ظفر کراچی

ج : یہ اکثر انسانوں کی کمزوری ہوتی ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں کہ اپنے میں خود اعتمادی پیدا کر لیتے ہیں اور یہ خود اعتمادی اُن کو بے جھجک بنا دیتی ہے۔ پھر اُن کا دل دھڑکتا ہے اور نہ وہ بھولتے ہیں، ہاں جو لوگ خود پر اعتماد پیدا نہیں کر سکتے وہ گھاٹے میں رہتے ہیں۔ مگر یہ خود اعتمادی ایسے ہی پیدا نہیں ہو جاتی۔ اُس کے لیے تعلیم سے آراستہ ہونا پڑتا ہے۔ خود کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ معلومات کا حامل بنانا پڑتا ہے۔ آپ ذرا محنت کر کے دیکھئے۔ پختہ ارادہ کر لیجیے اور دو چار بار ہمّت کر کے بولنا شروع کر دیجیے۔ آہستہ آہستہ آپ کی شرم نکل جائے گی اور آپ میں اعتماد آجائے گا۔

گلے میں درد

س : میرے گلے میں درد ہوتا ہے، شدید درد ہوتا ہے، پہلے کم تھا اب زیادہ ہو گیا ہے

خورشید احمد، راولپنڈی

ج : آپ کی اس تحریر سے بات واضح نہیں ہوتی۔ مناسب ہے کہ آپ راولپنڈی میں مری روڈ پر ہمدرد مطب میں جا کر وہاں طبیب صاحب سے مشورہ کر لیجیے اگر گلے کے غدود (ٹانسلز) بڑھ گئے ہیں تو برگِ بنفشہ کسی دواخانے سے خرید لیجیے۔ ۱۲ گرام برگ بنفشہ دو گلاس پانی میں جوش

دے کر چھان کر اس سے غرارے کرنا شروع کر دیجیے اِس سے فائدہ ہو گا۔

کم زور آنکھ

س: میں بچپن ہی سے بھینگے پن میں مبتلا ہوں اور مجھے سیدھی آنکھ سے صاف دکھائی نہیں دیتا آپ از راہ کرم اِس بارے میں مشورہ دیں۔ دل عزیز صدیقی، کراچی

ج: آپ کو کسی اچھے ماہر چشم (آئی اسپیشلسٹ) سے مشورہ کرنا چاہیے۔ بھینگے پن کا علاج اپریشن سے ممکن ہے۔ آپ لی مارکیٹ میں اسپنسر س ہسپتال جاکر ماہرین چشم سے مشورہ کرسکتے ہیں۔

چہرے پر فالتو بال

س: میری عمر ۱۵ سال ہے۔ میرے چہرے اور پیشانی کے اُوپر بہت سے فالتو بال موجود ہیں، یہ بال داڑھی کے بالوں کے علاوہ ہیں، برائے مہربانی مجھے اُن سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ بتادیجیے۔

سید مبین الدین، کراچی

ج: سیّد صاحب ان بالوں سے چھٹکارا ممکن نہیں ہو گا۔ آپ ان کو برداشت کرلیجیے۔

آنکھ نہیں کھلتی

س: میری عمر ۱۴ سال ہے، مجھے نیند بہت آتی ہے رات کو جلدی بھی سوؤں تو بھی صبح نو، دس بجے آنکھ کھلتی ہے اور دوسرا چاہے کتنا ہی اُٹھائے میری آنکھ نہیں کھلتی، براہ کرم اس سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ سیّد محمد عدنان موسٰی، کراچی

ج: انسان جتنا زیادہ سوتا ہے نیند اتنی ہی زیادہ آتی ہے، کیوں کہ نیند کی زیادتی اور آرام سے سوئے پڑے رہنا کاہلی ہے اور کاہلی کے معنی یہ ہیں کہ جسم کا نظام بھی سو گیا ہے۔ دماغ سو گیا ہے، جسم کے وہ غدود بھی سو گئے، جن کی رطوبتیں نکل کر اور خون میں مل کر عزائم کو جواں رکھتی ہیں۔ "حرکت میں برکت" کے مقولے کو کبھی فراموش نہ کریں۔

چہرے پر مہاسے

س: میری عمر بیس سال ہے۔ گرمیوں میں میرے چہرے پر مہاسے نکلے تھے۔ اب وہاں پر گڑھے پڑ گئے ہیں اور میرا رنگ بھی کافی سانولا ہو گیا ہے مہربانی فرما کر کوئی مشورہ دیں کہ میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ سیّد ذاکر حسین، کراچی

ج: اگر مہاسوں کو نوچا جاتا ہے تو چہرے کی نازک جلد پر گہرائیاں پڑ سکتی ہیں اور شاید اُن کا دُور کرنا اب ممکن نہیں ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ چہرے پر کسی اچھی کریم سے مرتّب مالش سے کوئی فائدہ نظر آجائے ایسا کر کے دیکھ لینے میں حرج نہیں ہے۔

شہد بھی مفید، ڈنک بھی مفید

یہ بات سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد میں انسانوں کے لیے شفا رکھی ہے۔ علمی تحقیق کرنے والوں نے جہاں شہد پر خوب غور و خوض کیا اور اس کی خوبیوں کا پتا چلایا ہے وہاں انھوں نے شہد کی مکھی کی زندگی کا گہرا مطالعہ بھی کیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ شہد کی مکھی ڈنک مارتی ہے اور اکثر لوگوں کو اس کے زہر سے نہ صرف شدید تکلیف ہوتی ہے بلکہ موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ سائنس داں اس کھوج میں ہیں کہ اس کے زہر سے جسم میں کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ برطانوی سائنس دانوں نے پتا لگایا ہے کہ شہد کی مکھی کے زہر سے ایسی دوائیں بننے لگیں گی جن سے انفلوئنزا اور گٹھیا جیسے تکلیف دہ مرض کا علاج ممکن ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ اس کا زہر پہلے بھی گٹھیا کے لیے مفید سمجھا جاتا تھا۔ اب برطانیہ کے سائنس دانوں نے جسم پر اس کے اثر کا پتا لگالیا ہے اور انھوں نے بھی اعلان کیا ہے کہ اس کے زہر کے انجکشن دوسری دواؤں سے کہیں بہتر ثابت ہوں گے۔ گویا شہد کے علاوہ اس کی مکھی کے زہر میں بھی انسانوں کے لیے صحت موجود ہے۔

سنترے کا تیل چیونٹیوں کا قاتل ہے۔

بعض اتفاقات نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ جارجیا یونی ورسٹی کے ڈاکٹر گریک شیفرڈ نے بھی اتفاقاً یہ دریافت کیا کہ سنترے کے چھلکے کا تیل پانچوڑ چیونٹیوں کے لیے زہر ثابت ہو سکتا ہے۔ انھوں نے گریس کی چکنائی دور کرنے کے لیے ایک دوا بنائی تھی، جس میں سنترے کا تیل بھی شامل تھا۔ اس دوا کے چیونٹیوں کے بل پر گرنے سے تمام چیونٹیاں مر گئیں۔ اس طرح اس تیل میں کیڑے مارنے (کرم کشی) کی صلاحیت معلوم ہوئی۔ اس کی روشنی میں انھوں نے یہ دریافت کیا کہ سنترے، لیمو اور انگور کے چھلکے سے نکلنے والا تیل کیڑے کے حق میں مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے دیگر دواؤں کے برخلاف انسانوں اور ریڑھ والے جانوروں کو قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچتا محض اس کی بھاپ اور بُو بھی کافی ہوتی ہے۔ انھیں یقین ہے کہ اس قدرتی کرم کش دوا کے ذریعہ سے انسانوں اور جانوروں کو کیڑے مکوڑوں سے نجات مل جائے گی۔ اس کے علاوہ غذاؤں کی حفاظت بھی زیادہ اچھی طرح ہو سکے گی۔

سنترے، لیمو اور انگور کی کاشت کرنے والے ملکوں میں اس تیل کا حصول بہت آسان ہے۔ اس طرح پاکستان سمیت ایسے کئی ملک ایک محفوظ، مؤثر اور سستی کیڑے مار دوا تیار کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

بیٹا، یہ گرائپ واٹر پلانے سے تمھارے چھوٹے بھائی کے دانت جلد اور آسانی سے نکل آئیں گے۔"
"اگر یہ بات ہے تو پھر دادی جان اور دادا جان کو بھی گرائپ واٹر پلا دیجیے نا۔ دانت نہ ہونے سے کتنے پریشان رہتے ہیں بیچارے!"

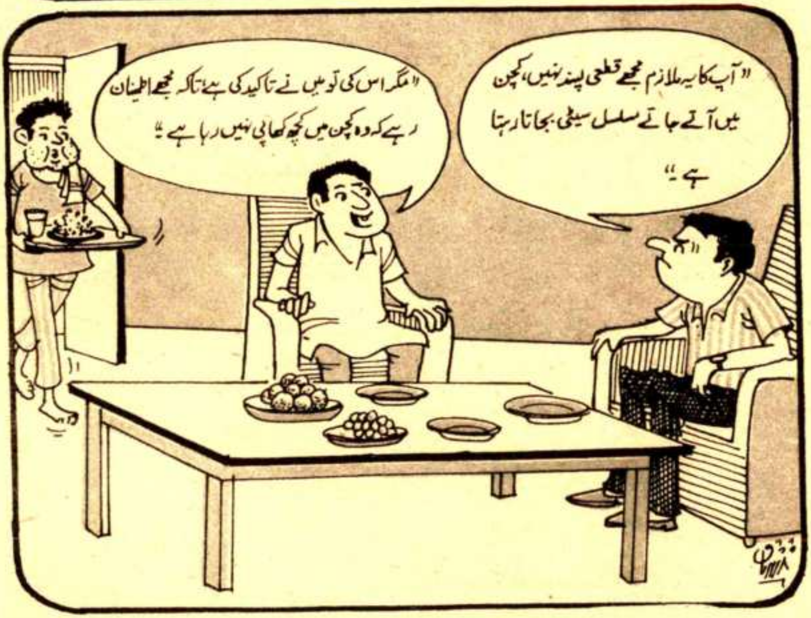
"آپ کا یہ ملازم مجھے قطعی پسند نہیں، کچن میں آتے جاتے مسلسل سیٹی بجاتا رہتا ہے۔"
"مگر اس کی تو میں نے تاکید کی ہے تاکہ مجھے اطمینان رہے کہ وہ کچن میں کچھ کھا پی نہیں رہا ہے۔"

تعلیم اک پیہم عمل ہے

پاکستان نے تعلیم کے شعبے میں زبردست ترقی کی ہے۔
ہمارے سائنسدان، فنی مہارت اور پیشہ ورانہ صلاحیت رکھنے والے ذہین افراد
جدید علوم سے آراستہ ہو کر آج ملک کی ترقی و خوشحالی میں نمایاں کردار انجام دے رہے ہیں۔

یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ بھی مستحق طلبہ کو قرض حسنہ کی سہولت دے کر اعلیٰ تعلیم
کے شعبے میں اپنا ناچیز کردار ادا کر رہا ہے۔

یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ

manhattan PAKISTAN 85 6

تحفے

مُسکراتے جُملے ــــ عظیم اقوال ــــ انوکھے نکتے ــــ دل چسپ تحریریں

دعا

محمد عارف حاجی یونس، کراچی

انسان کے اندر امداد طلب کرنے کا فطری جذبہ ہے۔ دُعا ایک دردمندانہ پکار ہے جو اضطراب کے وقت دل سے نکلتی ہے۔ جب انسان پر کبھی ایسی حالت آتی ہے کہ بھیانک حوادث کی وجہ سے اُس کی ساری محنتیں اور کوششیں ضائع اور بے کار ہوتی ہیں، کام یابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اس وقت اس کی روح بے تحاشا اس حقیقی حاجت رَوا کی طرف جھکتی اور دعائیں مانگتی ہے۔

غم اور خوشیاں

حمیرا شائق، حیدرآباد

زندگی میں سیکڑوں رنج ہیں، لیکن اس میں ہزاروں خوشیاں بھی ہیں۔ کچھ رنج ایسے ہیں کہ آکر رہیں گے، کچھ خوشیاں ایسی ہیں کہ صبح و شام ہمارے انتظار میں ہیں۔ یہاں کانٹے بھی ہیں، پھول بھی ہیں۔ جو چاہو چن لو۔ جھگڑے جھمیلے، غم، مصیبتیں، یہ تو میں ہی کسی کے لیے زیادہ کسی کے لیے کم۔ انسان انھی کو کاٹنے اور ختم کرنے اور ختم ہونے کے لیے آیا ہے، لیکن ان کے ساتھ ہی ساتھ کچھ اور بھی ہے۔ وہ کیا؟ علم و ادب و فن کے خزانے، پہاڑوں اور سمندروں اور آسمانوں کے دل کش نظارے، ننھے بچّوں کے قہقہے اور کھیل کود، عزیزوں دوستوں کا تبسّم اور محبّت اور ہمدردیاں اور ہنسیوں اور ایسی چیزیں۔ غرض ایک دل ہو تو یہاں ہزاروں خوشیاں ہیں۔ آگے بڑھو اور ان کو اپنے دامن میں سمیٹ لو۔ (میاں بشیر احمد)

قائد کا جواب

عبدالرشید اسماعیل کھتری، کراچی

کسی نے حضرت قائدِاعظمؒ سے پوچھا کہ گاندھی جی اتنی بڑی قوم کے لیڈر ہو کر بھی تھرڈ کلاس کے ڈبے میں سفر کرتے ہیں اور آپ ہمیشہ فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں۔ قائدِاعظمؒ نے جواب دیا کہ گاندھی جی کو سفر کا خرچ اُن کی جماعت (کانگریس) دیتی ہے جب کہ میں اپنے ذاتی خرچ سے سفر کرتا ہوں۔

ایک شعر

مرسلہ: فائزہ صدیقی، کراچی

ریت کے بُت نہ بنا اے میرے اچھے فنکار
ایک لمحے کو ٹھہر، میں تجھے پتھر لا دوں!

(احمد ندیم قاسمی)

کولمبس کی شرارت

عدنان امین، بہاول پور

شروع میں دُنیا میں تھوڑے ہی مُلک تھے۔ لوگ خاصی امن چین کی زندگی بسر کرتے تھے۔ پندرھویں صدی میں کولمبس نے امریکا دریافت کیا۔ اِس کے بارے میں دو نظریے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا قصور نہیں، یہ ہمیں یعنی ہندستان کو دریافت کرنا چاہتا تھا، غلطی سے امریکا کو دریافت کر بیٹھا۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ نہیں، کولمبس نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی یعنی امریکا دریافت کیا۔ بہرحال اگر یہ غلطی بھی تھی تو بہت سنگین تھی۔ کولمبس تو مر گیا، اس کا خمیازہ اب ہم بُھگت رہے ہیں۔ (ابنِ انشا)

باتیں بنگال کی

مجیب ظفر انوار، کراچی

جب آپ بازار میں جا رہے ہوں اور "بادام بادام" کی آواز کانوں میں پڑے تو ہرگز نہ رُکیں، یہ مونگ پھلیاں بیچی جا رہی ہیں۔ اگر آپ کا دھوبی کبھی نظریں نیچی کیے آپ کو یہ بتائے کہ "پنجابی" پھٹ گیا ہے تو پریشان نہ ہوں، کیوں کہ ململ کے کرتے کو یہاں پنجابی کہتے ہیں۔ اگر آپ کے سر کے بال بڑھ چکے ہیں اور آپ انھیں کٹوانے کے موڈ میں ہیں تو حجام کی دُکان پر قدم رنجہ فرمانے سے پہلے اپنی زبان پر کنٹرول کر لیجیے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اسے بال بنانے کو کہہ دیں اور وہ استرا لے کر آپ پر چڑھ دوڑے کیوں کہ "بال" یہاں ایک گالی ہے۔ اگر آپ سر کے بال کٹوانا چاہتے ہیں تو لفظ "چول" استعمال کریں، تب آپ کی چولیں درست ہوں گی۔ اگر آپ کا باورچی صبح ناشتے میں یہ کہے کہ میں آج آپ کو "ڈھیم" کھلاتا ہوں تو غصّے سے بے قابو مت ہوں۔ کیوں کہ یہاں پر ڈھیم 'انڈے' کو کہتے ہیں، جب کہ پنجاب میں یہی لفظ روڑے پتھر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تین نکتے

عمر دراز خان خٹک
ٹنڈو محمد خان

- غصّے میں ہرگز انصاف نہیں کیا جاسکتا۔
(فاروق اعظمؓ)
- ذلّت اُٹھانے سے تکلیف اُٹھانا بہتر ہے۔
(حضرت علیؓ)
- انصاف کی ایک گھڑی ستّر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔
(حضور اکرمؐ)

خون کے آنسو

شاہد احمد جمیل، کراچی

بعض اوقات انسان کو بے پناہ دُکھ ان کی طرف سے ملتے ہیں جن کی خاطر انسان دوسروں کو ٹھکرا دیتا ہے اور جب انسان اُن کے ہاتھوں خود ٹھکرایا جاتا ہے تو بہ ظاہر ہنستا ہے لیکن اندر سے خُون کے آنسو روتا ہے اور ٹھکرانے والے کو احساس تک نہیں ہوتا کہ اُس نے کیسی معصوم تمنّاؤں کا خُون کر دیا ہے۔

آٹو گراف

نامرہ فیضی، اسلام آباد

ایک مرتبہ ایک ٹیسٹ میچ کے دوران ایک کھلاڑی نے اتنا زوردار چھکا لگایا کہ گیند نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد ایک پولیس انسپکٹر کھلاڑی کے پاس آیا اور کہنے لگا، "جناب! آپ کی گیند سڑک پر گزرتے ہوئے ایک موٹر سائیکل سوار کے سر پر لگی اور وہ وہیں گر گیا۔ اس کی موٹر سائیکل ایک کار میں گُھس گئی۔ کار اسّی میل فی گھنٹے کی رفتار سے جا رہی تھی وہ ایک منی بس سے ٹکرا گئی۔ منی بس بے قابو ہو کر ایک ڈبل ڈیکر بس کے اُلٹنے کا سبب بنی اور ڈبل ڈیکر سڑک پر اس طرح گری کہ پوری سڑک بند ہو گئی اور پھر یکے بعد دیگرے چھے کاریں اس سے آ ٹکرائیں۔"

کھلاڑی نے گھبراتے ہوئے پوچھا "تو کیا آپ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں؟"

پولیس انسپکٹر اطمینان سے بولا "جی نہیں میں تو اپنے بچّے کے لیے آپ کا آٹو گراف لینے آیا ہوں۔"

دل

شائستہ قیوم، کراچی

دل ایک ایسی بستی ہے، جس کے حقوق ملکیت بلا شرکتِ غیرے خود انسان کو حاصل ہوتے ہیں کہ جسے چاہے اِس بستی میں بسالے۔ اگر اس بستی میں خدا بس جائے تو یہ بستی ساری بستیوں سے اعلا و ارفع ہو جائے۔

تاج محل

انشاں بتال، کراچی

اگر میرا شوہر وعدہ کرے کہ میرے مرنے کے بعد ایسا ہی تاج محل بنائے گا تو میں ابھی مرنے کو تیار ہوں۔ (ملکہ الزبتھ دوم)

ہر عورت تاج محل پر فخر کر سکتی ہے۔

(فرح دیبا پہلوی)

کاش میں وھائٹ ہاؤس کے بجائے تاج محل میں رہ سکتی۔

(جیکولین کینڈی)

ہندستان میں اور کیا ہے سوائے غربت اور تاج محل کے۔

(ماؤزے تنگ)

عمر کے تین حصے

ریحانہ مجید، حیدرآباد

۱۸ سال کی عمر میں شیخ سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ اُن کی عمر تین برابر حصّوں میں بانٹ دی جائے اور ہر حصّہ تیس برس پر محیط ہو۔ شیخ سعدیؒ نے پہلا حصّہ حصولِ علم کے لیے وقف کرنے کا عہد کیا، دوسرا حصّہ سیروسیاحت کے لیے اور آخری تیس برس آرام کرنے کے لیے رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دُعا قبول کر لی۔ اُن کا انتقال ٹھیک ایک سو آٹھ برس کی عمر میں ہوا اور یہ اُن کے تیسرے تیس سالہ دور کا آخری دن تھا۔

عظیم اقوال

عالیہ رحمٰن، کراچی

- زندگی کے آدھے غم انسان دوسروں سے توقعات وابستہ کر کے خریدتا ہے۔
- ناکامی کامیابی کا زینہ ہے، کیوں کہ ستارے اندھیرے میں چمکتے ہیں۔
- دُکھا ہوا دل اُس بھرے ہوئے گلاس کی مانند ہے جو ذرا سی ٹھیس پہنچنے پر چھلک پڑتا ہے۔
- چُبھتے ہوئے خیال کو اپنے دل میں رکھنے سے بہتر ہے کہ اس خیال کو جھٹک دو، کیونکہ ایسا خیال زندگی کو تلخ بنا دیتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے؟

جمیل احمد خاں، کراچی

- ایک نوجوان آدمی کا دل ایک منٹ میں اوسطاً ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے، لیکن نپولین بونا پارٹ کا دل ایک منٹ میں ۴۰ مرتبہ دھڑکتا تھا۔
- پتنگ بازی کی ابتدا سب سے پہلے چین میں ہوئی۔
- انگلستان میں سب سے پہلی کتاب ۱۴۷۴ء میں شائع ہوئی۔
- دنیا کی سب سے لمبی سرنگ روس میں ہے اور بارہ میل لمبی ہے۔
- دنیا میں تین ہزار چونسٹھ زبانیں بولی جاتی ہیں۔
- ہم ایک وقت میں تقریباً دس ہزار ستارے دیکھ سکتے ہیں۔
- فیلڈ مارشل کا عہدہ برطانوی افواج میں شاہ جارج دوم نے ۱۷۳۶ء میں رائج کیا تھا۔
- سنہ ہجری کی ابتدا ۱۴ جولائی ۶۲۲ء سے ہوئی۔
- دنیا کا بلند ترین ریلوے پُل فرانس میں ہے جس کی اونچائی ۴۳۵ فیٹ ہے۔
- دریائے مس سی پی دنیا کا سب سے لمبا دریا ہے۔ اس کی لمبائی ۴۵۰۰ میل ہے۔ یہ شمالی امریکا میں ہے۔
- ہمارے جسم کی سب سے مضبوط ہڈی پنڈلی کی ہے، یہ ۲ ہزار پونڈ تک کا وزن برداشت کر سکتی ہے۔

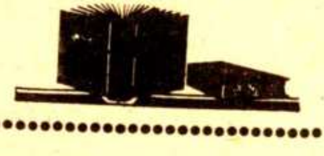

وفادار کی موت

مہروز اقبال

طارق کی گیند اچانک زور دار ہٹ کے ساتھ ویران خالی عمارت کی کھڑکی سے ٹکرائی اور اندر جا گری۔ وہ چاہتا تھا کہ عمارت کے دروازے میں لگی ہوئی میلی سی پیتل کی تختی کو نشانہ بنائے، لیکن ہوا یہ کہ گیند اس سے ٹکرانے کے بجائے خالی ویران عمارت میں جا گری۔ اب تو طارق بہت چکرایا۔ کیا کرے۔ کیسے اس جگہ سے اپنی گیند واپس لائے۔ مسئلہ یہ تھا کہ یہ عمارت بہت عرصے سے خالی پڑی تھی۔ نہ اس میں رات کو روشنی ہوتی اور نہ کوئی یہاں آتا۔ لوگ اور خاص طور پر بچّے اس عمارت سے دُور دُور رہتے تھے، کیوں کہ اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور تھیں۔ کوئی کہتا تھا اس میں بھوت رہتا ہے، اور کوئی اسے آسیب زدہ بتاتا تھا۔ ایک عام بات یہ مشہور تھی کہ اس گھر میں پچاس سال قبل ایک بوڑھا رہتا تھا، جو بڑا چڑچڑا اور غصّے والا تھا۔ وہ ہر شخص سے نفرت کرتا تھا۔ ایک دن ایک بچّہ اس مکان کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے کھیل رہا تھا۔ اچانک اس گھر کی کھڑکی کھلی اور بد مزاج بوڑھے شخص کی شکل نظر آئی۔ وہ بچّے کو بُری طرح ڈانٹ پھٹکار رہا تھا۔ یہ بچّہ بھی کچھ ضدی تھا۔ بجائے ڈرنے اور بھاگ جانے کے وہ بڑے میاں کے سامنے اَڑ گیا اور ہنسنے اور منہ چڑانے لگا۔ بڑے میاں نے پوری قوت سے دانت کچکچائے۔ وہ غصّے سے پاگل ہو گئے اور بچّے کو حکم دیا کہ وہ فوراً ان کی عمارت کے پاس سے دفع ہو جائے۔ اس پر بچّہ بجائے جانے کے زور زور سے ہنسنے لگا۔ اب تو بڑے میاں کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے۔ ان کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ وہ باہر آئے اور نازک سے بچّے پر برس پڑے۔ انھوں نے بچّے کو گردن سے پکڑا اور اسے گھسیٹتے ہوئے عمارت کے اندر لے گئے۔ بچّہ خوف اور درد سے تڑپ رہا تھا مگر بوڑھے نے بڑی بے رحمی سے اسے اندر لے جا کر مارا۔ پھر اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ بڈھا پکڑے جانے کے خوف سے بھاگ گیا، نہ جانے کہاں گیا وہ ظالم بوڑھا۔ جب سے یہ عمارت خالی

اور ویران پڑی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ اس میں بھوت رہتا ہے اور رات کو اس کے اندر سے ایک بچّے کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آتی ہیں۔ یہ عمارت پچاس سال سے خالی پڑی تھی، اس لیے اس میں ہر طرف ویرانی تھی۔

طارق کو اس مکان کے بارے میں ایسی باتوں پر یقین نہ آیا۔ وہ اسے محض لوگوں کا وہم قرار دیتا تھا۔ اسے جب بھی موقع ملتا یہاں آکر اس کے گھنے درختوں کے نیچے گھنٹوں کھیلتا رہتا۔ اسے گنجان درخت، اونچی اونچی گھاس، چاروں طرف پھیلی ہوئی جھاڑیوں اور خاموشی سے خوف نہ آتا تھا، کیوں کہ اسے کبھی عمارت سے کسی کے چیخنے یا رونے کی آواز نہ آئی تھی۔ وہ سمجھتا کہ کسی ماں نے اپنے بچّے کو ڈرانے کے لیے یہ کہانی گھڑ کر سنائی ہو گی اور وہ عام ہو گئی ہے۔ اب جو اس کی نئی گیند عمارت کے اندر جا گری تھی تو اس نے تہیّہ کر لیا کہ وہ اسے اندر سے تلاش کر کے لائے گا۔ اس وقت شام گہری ہو چکی تھی اور اندھیرا ہونے والا تھا۔ طارق عمارت کے احاطے کی ٹوٹی ہوئی دیوار پھلانگ کر اندر کُود گیا۔ عمارت کا احاطہ

پولیس والے سے طارق کے ابو نے جلدی سے بیگ لے لیا اور پھر اُس کی پوری بات سُنی۔

کسی جنگل کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔ اونچی اونچی گھاس، بے ہنگم طریقے سے بڑھے ہوئے درختوں کی پھیلی ہوئی شاخیں اور گھنی جھاڑیاں۔ نہ جانے اس کی گیند کہاں آگری تھی۔ وہ ہر طرف گھاس اور درختوں میں اسے تلاش کر رہا تھا۔ اب اندھیرا ہو چلا تھا۔ اچانک اسے ایک پتّھر کے پاس اپنی گیند مل گئی۔ اس نے اسے دوڑ کر اُٹھا لیا اور جب وہ جھاڑیوں سے نکل کر عمارت کے دروازے سے باہر بھاگ رہا تھا کہ اچانک اسے ایسی آواز آئی جس نے اس کے بدن کو خوف سے ساکت کر دیا۔ اس کو سارے جسم میں ٹھنڈک دوڑتی محسوس ہوئی، اور اس کی آواز خوف سے گلے میں رُک گئی۔ وہ چیخ بھی نہ سکا۔ اسے اپنے بالکل قریب کسی بچّے کے رونے اور کراہنے کی آواز آئی تھی۔ طارق نے ہمّت سے کام لیا اور باہر کی طرف بھاگنے لگا۔ اسے کسی کے کراہنے کی باریک سی آواز پھر آئی۔ طارق نے ذرا رُک کر اس آواز پر دھیان دیا۔ یہ کسی جانور کی آواز تھی، جو درد سے بلبلا رہا تھا۔ طارق نے پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھا۔ عمارت میں کوئی جن بھوت نہ تھا بلکہ یہ لوگوں کا احمقانہ خوف تھا جس پر طارق کو بڑی ہنسی آئی۔ اس کے پاس ہی زمین پر ایک چھوٹا سا کتّا کم زور آواز میں کراہ رہا تھا۔

طارق کا دل ہمدردی سے بھر آیا۔ اس نے کتّے کے پاس جا کر اسے پیار سے چمکارا۔ یہ ایک سفید رنگ کا پیارا سا معصوم سا کتّا تھا۔ طارق نے اسے پیار سے اپنی گود میں لے لیا۔ اس نے دیکھا کہ کتّے کی ایک ٹانگ زخمی تھی اور اس میں سے خون رِس رہا تھا۔ وہ طارق کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جن میں یہ التجا تھی کہ اس کی مدد کرو۔ طارق نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس کا علاج کرے گا اور اسے گھر لے جائے گا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے گھر والے کتّے کو رکھنے کی ہرگز اجازت نہ دیں گے، لیکن اسے امید تھی کہ اس کی امی شاید کتّے پر رحم کھا کر اسے رہنے دیں۔ طارق اسے اُٹھا کر گھر لے آیا۔ اس نے اپنی امّی سے ابھی بات بھی نہ کی تھی کہ وہ چیخ اٹھیں، "نہیں، نہیں اس گھر میں کتّا نہیں پلے گا۔ اسے باہر پھینکو!" طارق نے بڑی مِنّت سماجت کی اور کہا کہ یہ اس قدر زخمی ہے کہ اگر اس کی دیکھ بھال نہ کی گئی تو یہ مَر جائے گا۔ خیر طارق کی امّی تو راضی ہو گئیں، لیکن ان کو یہ فکر تھی کہ طارق کے ابّو ہرگز نہیں مانیں گے، کیوں کہ وہ کتّے سے بڑی نفرت کرتے تھے۔

جب طارق کے ابّو شام کو گھر آئے تو وہ بڑے خوش اور اچھے موڈ میں تھے۔ ان کی

آج ہی دفتر میں ترقی ہوئی تھی۔ وہ بڑے محنتی آدمی تھے، اسی لیے ان کے کام سے خوش ہو کر ان کے ادارے نے ان کا عہدہ بڑھا دیا تھا۔ ایسے میں جب طارق نے ان سے اس کتے کو گھر میں پالنے کی درخواست کی تو وہ انکار نہ کر سکے۔ البتہ انھوں نے یہ شرط لگا دی کہ کتا ایک لمحے کے لیے بھی گھر کے اندر نہیں آئے گا بلکہ مکان کے بیرونی حصّے میں رہے گا۔

طارق نے اس اجازت پر اپنے ابّو کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اس نے کتّے کو بڑے پیار سے ایک سایہ دار پیڑ کے نیچے بٹھا دیا۔ وہ لپک کر اندر گیا کہ اسے پانی پلائے اور اس کے زخم پر پٹّی باندھے۔ اس نے بڑی احتیاط سے اس زخم کو دھویا اور پھر اس پر پٹّی لپیٹ دی۔ اب اس نے ایک پیالے میں دودھ لا کر اسے پلایا۔ کتّے نے احسان مندی کی نظروں سے طارق کو دیکھا اور تیزی سے دودھ پینے لگا۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ اب اسے آرام آ گیا اور اس نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔ چند دن میں یہ کتّا بالکل صحّت مند اور چوبچال ہو گیا۔ اس نے طارق کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ تم میرے محسن ہو۔ تم نے میری جان بچائی ہے۔"

اب طارق نے اس کتّے کے لیے جس کا نام اس نے مَنڈے رکھا تھا ایک چھوٹا سا لکڑی کا گھر بنا دیا۔ اس کا نام مَنڈے اس لیے ہوا کہ یہ طارق کو پیر کے دن ملا تھا۔ مَنڈے سارا دن خوشی خوشی گھر کے احاطے میں کھیلتا اور گھر کی حفاظت بھی کرتا تھا۔ وہ طارق کا وفادار دوست بن گیا تھا اور اس کے ساتھ خوب کھیلتا تھا۔ وہ اکثر اس کے ساتھ اسکول تک بھی جاتا تھا اور چھٹی ہونے تک اسکول کے باہر بے چینی سے اس کا انتظار کرتا رہتا تھا۔ مَنڈے کسی اجنبی کو گھر میں نہ گھسنے دیتا تھا اور بھونک بھونک کر سارا گھر سر پر اٹھا لیتا تھا۔ خاص طور پر رات کو اور اس وقت مکان کی چوکی داری کرتا تھا جب گھر پر کوئی نہ ہو۔ اتنی خدمت کے باوجود طارق کے ابّو کتّے کی موجودگی سے خوش نہ تھے۔ اسے گھر کے برآمدے تک میں آنے کی اجازت نہ تھی۔

ایک دن طارق کے ابّو کے ایک ملاقاتی آئے اور اندر گھسنے لگے۔ اس پر مَنڈے زور زور سے اُن پر بھونکنے لگا۔ اب تو طارق کے ابّو کو بہت غصّہ آیا اور انھوں نے مَنڈے کی خوب پٹائی کی۔ اسے لاتیں مار مار کر اَدھ موا کر دیا۔ طارق پر بھی بہت ڈانٹ پڑی۔

ابّو نے دھمکی دے دی کہ منڈے آئندہ کبھی گیٹ پر نہیں آئے گا ورنہ نکال دیا جائے گا۔ طارق نے وعدہ کر لیا کہ مُنڈے آئندہ دروازے پر نہیں جائے گا۔ بہرحال مُنڈے طارق کے گھر میں اپنے لکڑی کے چھوٹے سے گھر میں مگن رہتا تھا۔ اگرچہ اسے گیٹ پر جانے کی اجازت نہ تھی، لیکن پھر بھی وہ کسی اجنبی کو گھر میں نہ آنے دیتا اور گھر کی حفاظت کرتا تھا۔ مُنڈے مار کھا کر بہت ڈر گیا تھا اور دروازے سے پرے رہتا تھا۔ اب وہ ایک بڑا اور طاقتور کتّا بن چکا تھا۔

ایک دن سہ پہر کو جب طارق اسکول سے واپس آیا تو اس کے ابو بہت پریشان سے تھے۔ اس کی امی نے بتایا کہ ان کا بیگ کہیں کھو گیا ہے جس میں چند اہم کاغذات اور پانچ ہزار رُپے تھے۔ اسے شاید کسی نے چُرا لیا تھا۔ اچانک طارق کے ابّو کو نہ جانے کیا خیال آیا۔ وہ غصّے سے بگڑ کر بولے کہ یہ ساری نحوست اس کتّے کی ہے، ورنہ اس سے پہلے تو کبھی ایسا واقعہ ان کے ساتھ نہ پیش آیا تھا۔ انھوں نے اب طارق کی امّی کو فیصلہ سُنا دیا، "اب اس کتّے کو نکال باہر کرو۔ بہت ہو گیا۔ بس اب یہ یہاں نہیں رہے گا۔" اب طارق کو مُنڈے کا خیال آیا جو کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔ وہ صبح اسکول بھی اس کے ساتھ نہ گیا تھا اور نہ چھٹی کے وقت اسے لینے آیا۔ اس نے گھر کا کونا کونا چھان مارا۔ مُنڈے ہوتا تو ملتا۔ طارق کو فکر ہوئی کہ آخر وہ کہاں گیا۔ طارق سمجھا کہ اب وہ اپنے دوست سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا ہے۔ طارق اس کی یاد میں نہایت غمگین ہو رہا تھا۔ اس وقت اچانک سڑک پر بہت سارے لوگوں کے زور سے بولنے کی آوازیں آئیں۔ کچھ لوگ اِدھر ہی آ رہے تھے۔ طارق اور اس کے گھر والوں کے کان کھڑے ہوئے کہ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ اچانک ان کے دروازے پر زور سے دستک کی آواز آئی۔ طارق کے ابّو نے گھبرا کر دیکھنے کے لیے دروازہ کھولا تو وہ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ پولیس کا ایک لمبا تگڑا جوان چند پڑوسیوں کے ساتھ کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں ان کا وہ گم شدہ بیگ ہے۔ پولیس والے نے جیسے ہی طارق کے ابّو کو دیکھا وہ بولا:

"جناب، کیا یہ بیگ آپ کا ہے؟"

طارق کے ابّو نے خوش ہو کر ہاں میں اپنی گردن ہلائی اور جلدی سے لپک کر بیگ

پولیس والے سے لے لیا۔ انھوں نے بیگ کھول کر سب سے پہلے اہم کاغذات دیکھے اور پھر نوٹ گننے لگے جو پورے پانچ ہزار تھے۔ ان کا چہرہ خوشی اور اطمینان سے دمکنے لگا، "تم نے یہ بیگ کہاں سے تلاش کیا؟" ان کا پہلا سوال تھا۔ پولیس والے نے بجائے جواب دینے کے سڑک کے اُس طرف ایک کونے میں مُنڈے کی لاش دکھائی جس سے ابھی تک خون بہ رہا تھا۔ اسے کوئی گاڑی کچل کر فرار ہو گئی تھی۔ طارق نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے۔ پولیس والے نے خاموشی کا طلسم توڑتے ہوئے کہا:

"جناب! آپ کے اس وفادار کتّے نے یہ سب کارنامہ انجام دیا ہے۔ جیسے ہی اس نے چور کو آپ کا بیگ لے جاتے دیکھا، یہ کتّا ان کے پیچھے پڑ گیا اور بھاگتے ہوئے چور کے تعاقب میں ہو لیا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ اگرچہ چور نے بھاگنے کی بڑی کوشش کی، لیکن اس نے اس کی ٹانگ دبوچ لی اور آخر اسے بیگ چھوڑنے پر مجبور کر دیا، پھر یہ اپنے منھ میں آپ کا بیگ دبا کر تیزی سے آپ کے پاس آ رہا تھا کہ اچانک ایک تیز رفتار گاڑی کی زد میں آ کر بُری طرح کچل گیا اور مَر گیا۔"

پولیس والا ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گیا۔ طارق کے ابّو نے جب یہ سُنا تو ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ ان کو اب احساس ہو رہا تھا کہ مَنڈے کس قدر وفادار تھا۔ اور انھوں نے اس پر ناحق ظلم توڑا تھا۔

بوجھو تو جانے کا صحیح جواب

(مئی ۸۵ء کا جواب)

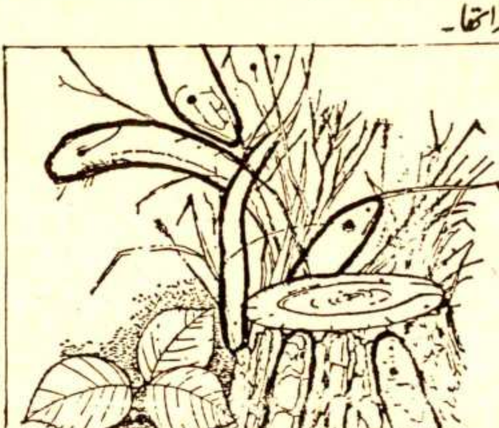

پیارے بچو! جاگو جگاؤ، علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسروں تک علم کی روشنی پہنچاؤ، علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم کی روشنی پہنچانا بڑا مقدس فریضہ ہے۔ حکیم محمد سعید

س : کیا واقعی چھپکلی کے اندر کوئی زہریلا مادّہ ہوتا ہے؟ اور یہ کہ وہ کس طرح اُس زہریلے مادّے کو خارج کرتی ہے؟ محمد سجّاد اصغر، شاہدرہ، لاہور

ج : چھپکلی کی خوراک وہ چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں، جو رات کو ہمارے گھروں میں عام طور پر نظر آتے ہیں۔ اُس کے مُنھ کے لعاب میں یقیناً کوئی ایسا مادّہ ہوتا ہے جس سے یہ کیڑے جلد ہلاک ہوجاتے ہیں، لیکن کوئی زہر یا زہریلا مادّہ ایسا نہیں ہوتا جس کی وہ اپنے شکار پر کلّی کردے، جیسا کہ بعض دوسرے جان دار کرتے ہیں۔ دیکھنے میں تو چھپکلی کے اندر زرد رنگ کا مادّہ جیسا بھرا نظر آتا ہے، لیکن وہ ذرا سی آہٹ سے دُور بھاگ جاتی ہے اور اُس سے انسان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

س : راکٹ کس اصول پر کام کرتا ہے؟ مہربانی کرکے وضاحت فرمائیں۔ شمائلہ ناز ملک، فیصل آباد

ج : راکٹ عمل اور ردِّ عمل کی برابری کے اصول پر کام کرتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جب ہم بندوق چلاتے ہیں تو ہمیں اپنے شانے پر دھکّا محسوس ہوتا ہے، یعنی گولی زور سے آگے جاتی ہے اور بندوق اس کے ردِّ عمل کے طور پر پیچھے کی طرف حرکت کرتی ہے۔ ہم بندوق چلاتے وقت اُس کے دستے کو زور سے اپنے کندھے سے لگا لیتے ہیں، تاکہ اس کا دھکّا کم محسوس ہو۔ راکٹ میں نہایت قوی ایندھن استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ نیچے کی طرف زور لگاتا ہے تو ردِّ عمل کے طور پر پورا راکٹ اوپر کی جانب حرکت کرتا ہے، یہ ہے اس کا بنیادی اصول۔

س : حرارت پانے پر دھات کیوں پھیلتی ہے، حال آنکہ اُسی جگہ لکڑی اور چمڑا بھی موجود ہے۔ چمڑے کو پھیلنا چاہیے۔ لکڑی اور چمڑا حرارت پانے پر کیوں نہیں پھیلتے؟

محمد اعظم عظیم، لانڈھی کراچی

ج : تمام چیزوں میں ایٹموں اور سالموں کی ترتیب مختلف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مادّے کی ایک شکل دوسری شکل سے مختلف ہے۔ دھاتوں میں سالمات کچھ آزاد ہوتے ہیں۔ جب ہم کسی دھات کو گرم کرتے ہیں تو اُس کے ایٹموں اور سالموں کی توانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ تیزی سے حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اُن کے اس طرح مُنتشر ہو جانے کی وجہ سے دھات قدرے پھیل جاتی ہے۔ لکڑی اور چمڑا حرارت کے اچھے موصل نہیں ہوتے۔ آپ جلتی ہوئی لکڑی یا جلتے ہوئے چمڑے کا دوسرا سِرا اپنے ہاتھ میں پکڑ سکتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ نہیں جلے گا۔ مختلف ترتیب کی وجہ سے لکڑی اور چمڑا حرارت سے جل تو جاتے ہیں، لیکن پھیلتے نہیں۔

س: ہم جب گیند کو زمین پر پھینکتے ہیں تو وہ دیر تک کیوں اُچھلتی ہے؟ زبیر احمد، کراچی

ج : آپ نے گیند کو دبا کر دیکھا ہو گا کہ وہ زور لگانے سے دب تو جاتی ہے، لیکن جیسے ہی آپ اپنا انگوٹھا ہٹاتے ہیں، گیند پھر پہلی جیسی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جب آپ گیند کو زمین پر مارتے ہیں تو وہ عارضی طور پر دب جاتی ہے، لیکن فوراً ہی اپنی اصلی شکل پر واپس آ جاتی ہے۔ اِس وجہ سے وہ اُچھلتی ہے۔

س : زمین کتنی بڑی ہے؟ اکرم علی، حیدرآباد

ج : زمین نارنگی کی شکل کا ایک کُرہ ہے، یعنی وہ قطبین پر تھوڑی سی پچکی ہوئی ہے۔ اس کا قطر آٹھ ہزار میل کے قریب ہے، لیکن قطبین کو ملانے والا قطر دوسرے قطر کے مقابلے میں تھوڑا کم ہے۔

س : اگر دن کا وقت ہو، موسم خراب ہو اور دھوپ نہ نکلی ہو تو کیا اُس وقت بھی پودے آکسیجن خارج کرتے ہیں؟ محمد محبوب الرحمٰن، کراچی

ج : دھوپ نہ نکلی ہو تو پودے آکسیجن خارج تو کرتے ہیں، لیکن آہستہ آہستہ یعنی یہ عمل سُست پڑ جاتا ہے۔

س : دنیا کا سب سے طاقت ور اور امیر ترین مُلک کون سا ہے؟

نور محمد اعوان، کھلابٹ ٹاؤن شپ، ہری پور

ج : اِس وقت دنیا کے دو ملکوں کے درمیان طاقت اور وسائل کا مقابلہ ہے۔ امریکا اور روس۔ قدرتی وسائل کے لحاظ سے امریکا زیادہ امیر ہے اور شاید طاقت کے لحاظ سے بھی۔

س: ٹیلے وِژن کس اصول پر کام کرتا ہے؟

محمد اشرف قریشی، جیکب آباد تحصیل کشمور

ج ٹیلے وِژن کا بنیادی اصول روشنی اور بجلی کا وہ باہمی تعلق ہے، جو دونوں کے درمیان قدرتی طور پر پایا جاتا ہے۔ ٹیلے وژن کیمرا تیز روشنی میں اسٹوڈیو میں جو تصویریں لیتا ہے وہ برقی ارتعاشات میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ ارتعاشات ٹرانسمٹر کے ذریعے سے نشر کیے جاتے ہیں۔ ہمارے ٹیلے وِژن سیٹ کے ساتھ جو اینٹینا لگا ہوتا ہے، وہ ان ارتعاشات کو موصول کرکے ٹیلے وژن سیٹ میں داخل کر دیتا ہے، جہاں برعکس انتظام ہوتا ہے۔ سیٹ میں یہ ارتعاشات رنگ و نور کی اُسی ترتیب میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جو اسٹوڈیو میں ہے یعنی ہم وہی منظر ٹیلے وِژن کے پردے پر دیکھ لیتے ہیں۔

س : تیل اور قدرتی گیس اتنی گہرائی سے کیسے نکالے جاتے ہیں، پھر ان کی مقدار کے بارے میں کیسے اندازہ لگایا جاتا ہے؟

محسن رجب علی، نواب شاہ

ج : تیل اور گیس زمین میں اُس وقت بنے، جب انسان کا نام نشان بھی نہیں تھا۔ یہ کروڑوں سال پہلے کی بات ہے۔ زمین پر بے شمار انقلاب آئے اور تیل اور گیس گہرائی پر زمین کے اندر محفوظ ہو گئے اُن تک پہنچنے کے لیے سائنس داں گہرے کنویں کھودتے ہیں۔ تیل ایک گاڑھے مائع کی شکل میں ملتا ہے۔ اُسے صاف کر کے پیٹرول اور دوسری کیمیاوی اشیا حاصل کی جاتی ہیں۔ اب ایسے آلات ایجاد کر لیے گئے ہیں، جن کی مدد سے تیل اور گیس کی مقدار کا اندازہ بھی لگا لیا جاتا ہے۔

س : وائرس اور بیکٹیریا میں کیا فرق ہے؟ ان کے نقصانات بتائیے۔

شاہد علی خاں، کراچی

ج : بیکڑیا کے مقابلے میں وائرس بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اُنھیں بعض امراض پیدا کرنے کا ذمے دار ٹھیرایا جاتا ہے، مثلاً زکام ایک وائرس سے پھیلتا ہے۔ ابھی تک اسے زائل کرنے کی کوئی دوا تیار نہیں کی جاسکی۔

س : انسان کے بولنے میں زبان بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی طبی وجوہ کیا ہیں؟

احمر ایوب، ملتان

ج : بولنے اور الفاظ ادا کرنے میں ہماری زبان اور لب دونوں کام کرتے ہیں۔ زبان مختلف الفاظ ادا کرتی ہے اور ہونٹ اسی کے مطابق کھلتے ہیں۔ اُن کے حرکت کرنے سے ہوا بھی مرتعش ہوجاتی ہے، جو ہمارے ہونٹوں سے ملی رہتی ہے۔ ہوا میں زبان و لب کی جنبش کے مطابق لہریں پیدا ہوجاتی ہیں، جو ہوا سے گزر کر کان تک پہنچتی ہیں۔ کان کا پردہ اُن کے مطابق حرکت کرتا ہے تو دماغ سمجھ لیتا ہے کہ ہم کیا سُن رہے ہیں۔

س : جوہر ایٹم کس طرح وجود میں آیا؟ محمد جسیم احمد، کراچی

ج : آپ کا سوال واضح نہیں ہے۔ جوہر اور ایٹم ایک ہی ہیں یعنی وہ بنیادی ذرّہ جس سے سارا مادّہ بنا ہے، جب زمین وجود میں آئی اور مادّہ اپنی مختلف شکلوں میں نمودار ہوا تو اُن میں بنیاد کے طور پر ایٹم وجود میں آیا۔ سب کچھ اسی سے مل کر بنا ہے۔

س : نوبل پرائز کیا ہوتا ہے؟ اب تک کتنے لوگ یہ انعام حاصل کرچکے ہیں۔ ایشیا کے کتنے لوگوں کو یہ انعامات ملے ہیں؟ کیا سویڈن کی حکومت کی جانب سے دیے جاتے ہیں؟

طارق وہاب خانزادہ، نصر پور

ج : ایلفریڈ نوبل ایک کیمیا داں تھا جس نے ڈائنامائٹ ایجاد کیا اور اپنی اس ایجاد سے بہت سی دولت کمائی۔ اس دولت کی آمدنی سے ہر سال طبیعیات، کیمیا، طب، ادب، امن وغیرہ پر ایک ایک انعام اس شخص کو ہر سال دیا جاتا ہے جو ان علوم میں کمال پیدا کرے اور جس کی محنت و ایجاد سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچے۔ یہ انعام ہر سال سویڈن کے بادشاہ تقسیم کرتے ہیں۔ پاکستان کے ممتاز سائنس داں پروفیسر عبدالسلام کو یہ انعام مل چکا ہے۔ باقی انعام یافتگان کی فہرست کسی انسائکلوپیڈیا میں دیکھ سکتے ہیں۔

بوجھو تو جانیں

لومڑی کئی قسم کی چیزیں مثلاً پرندے، مینڈک، چوہا اور پھل کھاتی ہے۔ یہ لومڑی ٹہلتی ہوئی باغ میں نکل آئی ہے، جہاں اس کے کھانے کی چیزیں موجود ہیں۔ ذرا بتائیے تو یہاں کتنے مینڈک ہیں۔

آئندہ مہینے کی تصویر سے اپنا جواب ملائیے۔

اخبارِ نونہال

سب سے بڑا ٹیلی وژن

دنیا میں سب سے بڑا ٹیلی وژن جاپان نے تیار کیا ہے۔ اس کی اسکرین ۴۰ x ۲۵ میٹر ہے اور یہ اس قدر واضح ہے کہ ۲۰۰ میٹر کے فاصلے سے اس پر تصویریں دیکھی جا سکتی ہیں یہ ٹیلی وژن ایک گھنٹے میں ۸۰۰ کلو واٹ بجلی صرف کرتا ہے۔

مرسلہ نازا کمل، کراچی

باصلاحیت نابینا لڑکی

ایک روسی اخبار کی اطلاع کے مطابق ایک اندھی لڑکی روزا کلیگشو صرف انگلیوں سے چھو کر رنگوں کو پہچان لیتی ہے اور تقریباً ایک سو پچاس رنگوں میں سے مطلوبہ رنگ چھو کر بتا سکتی ہے۔

مرسلہ سید محمد عمران، کراچی

بطخ کی نئی قسم

برطانوی سائنس دانوں نے بطخ کی ایک نئی قسم سی۔ وی سپریم کی افزائش کی ہے جو زیادہ انڈے دیتی ہے اور اس میں گوشت کی مقدار بطخوں کی دوسری قسموں سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ اپنی نسل کو بھی تیزی سے بڑھا سکتی ہے۔ برطانیہ میں بطخوں کے برآمد کنندگان کے مطابق متذکرہ نسل کی بطخیں صرف ۵۲ دنوں میں کوئی سوا تین کلوگرام تک وزن کی ہو جاتی ہیں اور ۴۰ ہفتوں میں ۲۲۰ تک انڈے دیتی ہیں جو کسی بھی دوسری قسم کی بطخوں سے ۵ فی صد زیادہ ہے اور انڈوں سے بچے نکلنے کی اوسط دوسری قسم کی بطخوں کے مقابلے میں تین فی صد زیادہ ہے۔

مرسلہ: عبدالرشید فاروقی، جھنگ

مصنوعی انسانی جلد تیار کرلی گئی

امریکا کے سائنس دانوں نے ایسی مصنوعی انسانی جلد تیار کرلی ہے جو شدید طور پر جل جانے والے لوگوں کی زندگی بچانے کے لیے استعمال ہو سکے گی۔ ایسے دو سگے بھائیوں کو یہ جلد لگا کر موت سے بچا لیا گیا جن کے جسموں کی ۹۷ فی صد جلد جل کر ختم ہو چکی تھی۔ اس جلد کی تیاری کے بعد اب بُری طرح جُھلس جانے والے افراد کی زندگی بچانا ممکن ہو گیا ہے۔

مرسلہ: محمد حسیب القادر یزدانفر، ملتان

دنیا کی سب سے لمبی کار

دنیا کی سب سے لمبی کار نیویارک کے ایک ڈرائیونگ سیکھانے کے اسکول کے صدر کی ملکیت ہے۔ یہ گاڑی کیڈی لک ہے۔ اس کی لمبائی ۲۶ فیٹ ۹ انچ ہے۔ اس پر ۶۰۲۵۰ ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ اس کار میں ٹی وی، وائرلیس، ریفریجریٹر بھی ہے۔ اس کی ٹنکی میں ۴۳ گیلن تیل ڈالا جا سکتا ہے۔ اِس کار کے تین دروازے ہیں۔ چوری سے حفاظت کے لیے اس میں تین آلے نصب ہیں۔ اگر کسی نے چوری کی کوشش کی تو یہ آلے پولیس کو خود بخود مطلع کر دیں گے۔

مرسلہ: النعیم احمد قریشی، روہڑی

سُن کر ٹائپ کرنے والا ٹائپ رائٹر

ایک ایسا ٹائپ رائٹر ایجاد کیا جا چکا ہے، جو الفاظ سُن کر ٹائپ کر دیتا ہے۔ اس میں لگا ہوا کمپیوٹر آواز کو برقی لہروں میں تبدیل کر دیتا ہے اور یہ لہریں حرف کو ٹائپ کرتی ہیں۔

وفاقی جمہوریۂ جرمنی کے شہر برنسویک کے ایک انجینئر اور میکینک نے جو ٹائپ رائٹر ایجاد کیا ہے وہ فی الحال زبان سے سن کر ایک سے نو تک ہندسے ٹائپ کر لیتا ہے۔

مرسلہ: سعدیہ انجم، سکھر

این آئی ٹی یونٹ نہ صرف محفوظ ، منافع بخش سرمایہ کاری کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں بلکہ کئی اور خوبیوں کے حامل بھی ہیں۔

- آپ منتخب حصص اور اسلامی نظامِ معیشت کے تحت کی گئی سرمایہ کاری میں حصہ دار ہوتے ہیں۔
- رجسٹرڈ شدہ یونٹوں میں لگائے جانے والے سرمائے اور اسکی آمدنی پر انکم ٹیکس کے قواعد کے مطابق انکم ٹیکس میں چھوٹ ملتی ہے۔
- آپ اپنے منافع کے عوض مجموعی سرمایہ کاری پلان (CIP) کے تحت رعایتی شرح پر مزید یونٹ خرید سکتے ہیں۔
- آپ کسی بھی دن کام کے اوقات میں یونٹ کی بآسانی خرید و فروخت کر سکتے ہیں۔
- این آئی ٹی یونٹ پر منافع کی شرح سال بہ سال بڑھتی رہی ہے۔

بیئرر یونٹ (Bearer Unit)
کی خرید و فروخت اور بھی آسان ہے۔ آپ کو نہ کوئی فارم بھرنا پڑتا ہے نہ کہیں دستخط کرنے پڑتے ہیں نہ ہی اپنا نام و پتہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر رجسٹرڈ اور بیئرر یونٹ کے منافع کی شرح یکساں ہوتی ہے۔

این آئی ٹی - سرمایہ کاری کا قابلِ اعتماد ادارہ
نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ (امانیہ قومی سرمایہ کاری)
کراچی ۵۹ - ۲۲۲۰۵۶ طارق روڈ (کراچی) ۴۴۷۴۱۸ لاہور ۳۰۱۸۱۰ - ۳۰۱۸۱۱
راولپنڈی ۶۹۲۱۷، اسلام آباد ۸۲۸۷۱۱، ملتان ۷۵۲۱۵، فیصل آباد ۲۷۸۵۶،
حیدرآباد ۳۱۶۹۳، سکھر ۱۵۸۵۴۷، پشاور ۷۴۸۴۸، کوئٹہ ۷۱۳۰۴، میرپور (آزاد کشمیر) ۲۲۳۷

United

PID-1-21-12/84

قائداعظم انٹرنیشنل فٹبال ٹورنامنٹ

دل چسپ کھیل فٹ بال۔ کچھ دل چسپ باتیں

ساجد علی ساجد

پچھلے دنوں پشاور میں فٹبال کا سب سے بڑا ٹورنامنٹ کھیلا گیا۔ اس تیسرے قائد اعظم انٹرنیشنل فٹبال ٹورنامنٹ میں پاکستان کی دو ٹیموں پاکستان گرین اور پاکستان وھائٹ کے علاوہ چار غیر ملکی ٹیموں شمالی کوریا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش اور نیپال نے حصہ لیا۔ پاکستان گرین سیمی فائنل میں بنگلہ دیش سے ۱۔ ۲ سے ہار گئی، دوسرے سیمی فائنل میں شمالی کوریا کی مضبوط ٹیم نے انڈونیشیا کو سات گول سے شکست فاش دے دی۔

اس کے بعد فائنل میں شمالی کوریا نے بنگلہ دیش کو ایک گول سے ہرا کر تیسرا قائداعظم انٹرنیشنل فٹبال ٹورنامنٹ جیت لیا۔ پہلا اور دوسرا قائداعظم انٹرنیشنل فٹبال ٹورنامنٹ ایران نے جیتا تھا۔ اس سلسلے کا پہلا فٹبال ٹورنامنٹ کراچی کے ہاکی کلب اوف پاکستان اسٹیڈیم میں اور دوسرا ٹورنامنٹ بھی اسی شہر میں نیشنل کرکٹ اسٹیڈیم میں کھیلا گیا تھا۔ دونوں مرتبہ کی فاتح ایرانی ٹیم اس مرتبہ کے ٹورنامنٹ میں کھیلنے نہیں آئی۔

فٹبال دنیا کا سب سے مقبول کھیل ہے، مگر فٹبال کی بین الاقوامی دنیا میں پاکستان کو کوئی مقام حاصل نہیں ہے یہی مقام دلانے کے لیے ہماری حکومت ہر ممکن کوششیں کر رہی ہے قائد اعظم انٹرنیشنل فٹبال ٹورنامنٹ کا پشاور میں انعقاد بھی انہی کوششوں کا ایک حصہ تھا۔ حکومت اس کھیل کو کتنی اہمیت دیتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ صدر مملکت جناب محمد ضیاءالحق نے خود پشاور جا کر تیسرے قائداعظم انٹرنیشنل فٹبال ٹورنامنٹ کا افتتاح کیا۔ فائنل میں گورنر صوبۂ سرحد لیفٹننٹ جنرل فضل حق مہمان خصوصی تھے۔

دنیا میں فٹبال کی ابتدا

تاریخ بتاتی ہے کہ فٹبال سے ملتا جلتا کھیل "سوچو" کے نام سے چین میں تیسری چوتھی صدی

قبل مسیح میں کھیلا جاتا تھا۔ انگلستان میں اس کا ذکر شاہ ایڈورڈ دوم کے ایک فرمان میں ملتا ہے جس کے ذریعے سے لندن شہر میں فٹبال کھیلنے پر پابندی لگائی گئی تھی یہ فرمان انھوں نے ۱۳۱۴ء میں جاری کیا تھا۔ چھپی ہوئی شکل میں فٹبال کا ذکر ایڈنبرا ' اسکاٹ لینڈ کے ۱۶۷۲ء، ۱۶۷۳ء کے اخبارات میں ملتا ہے۔ دنیا کا سب سے پرانا فٹبال کلب انگلستان کا شیفیلڈ کلب ہے، جو اکتوبر ۱۸۵۷ء میں قائم ہوا تھا۔

کسی ٹیم کا سب سے بڑا اسکور

فرسٹ کلاس میچ میں سب سے زیادہ گول کرنے کا ریکارڈ ۳۶ گول کا ہے۔ یہ گول ۱۸۸۵ء میں اسکاٹ کپ کے میچ میں آربوریتھ کی ٹیم نے بون اکورڈ کے خلاف کیے تھے۔ کسی انٹرنیشنل میچ میں یہی ریکارڈ ۱۷ گول کا ہے۔ یہ گول ۳۰ جون ۱۹۵۱ء کو سڈنی میں انگلستان نے اوسٹریلیا کے خلاف کیے۔

انفرادی اسکور

کسی کھلاڑی کے ایک ہی میچ میں زیادہ سے زیادہ گول کرنے کا ریکارڈ سولہ گول کا ہے۔ یہ گول پولینڈ کے کھلاڑی اسٹیفن اسٹانس نے ۱۳ دسمبر ۱۹۴۲ء کو فرانس میں ریسنگ کلب کی طرف سے بنائے۔

طویل ترین میچ

طویل ترین فرسٹ کلاس میچ کا ریکارڈ ۲۔ اگست ۱۹۶۲ء کو سانتوز برازیل میں قائم ہوا یہ میچ سانتوز کلب اور یوراگوئے کے پنیارول کلب کے درمیان کھیلا گیا، جو ساڑھے نو بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک ساڑھے تین گھنٹے جاری رہا۔

سب سے بڑا ہجوم

دنیا میں تماشائیوں کی سب سے بڑی تعداد ۱۶ جون ۱۹۵۰ء کو دیکھنے میں آئی جب برازیل اور یوراگوئے کے درمیان ورلڈ کپ فائنل کھیلا گیا۔ تماشائیوں کی تعداد دو لاکھ پانچ ہزار تھی۔

ورلڈ کپ

یہ دنیا میں فٹبال کا سب سے بڑا عالمی مقابلہ ہے جو ہر چار سال بعد کھیلا جاتا ہے۔ دنیا بھر کی صف اوّل کی فٹبال ٹیمیں دو سال تک کوالیفائنگ میچ کھیلتی رہتی ہیں، جس کے لیے انھیں مختلف زون میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اپنے اپنے زون سے سولہ ٹیمیں فائنل راؤنڈ میں پہنچتی ہیں، جن کے درمیان ورلڈ کپ کا آخری معرکہ ہوتا ہے۔ برازیل دنیا کا واحد ملک ہے جس نے تین مرتبہ یعنی ۱۹۵۸ء میں ۱۹۶۲ء میں اور ۱۹۷۰ء میں ورلڈ کپ جیتا ہے۔

کسی انٹرنیشنل میچ میں گول کرنے کا یہی ریکارڈ دس گول کا ہے جو جرمنی کے گوٹفرائیڈ فنش نے سوئیڈن میں قائم کیا۔ ۱۹۱۲ء کے اولمپک کے درمیان کھیلے جانے والے اس میچ میں جرمنی نے روس کو سولہ گول سے ہرایا تھا۔

برازیل کے آرٹر فریڈ نرچ (پیدائش ۱۸۹۲ء، انتقال ۱۹۶۹ء) نے ۴۳ سالہ کیریئر میں ۱۳۲۹ گول کیے۔ تاہم کم سے کم برسوں میں سب سے زیادہ گول کرنے کا اعزاز مشہور عالم فٹبالر برازیل کے ایڈسن آرانٹس ڈونا سینٹو (پیدائش: ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۰ء) کے حصے میں آیا۔ یہ نام پڑھ کر حیران نہ ہوں کیوں کہ یہ عظیم فٹبالر دنیا میں پیلے (PELE) کے نام سے مشہور ہے۔ برازیل کے اس لیفٹ اِن نے ستمبر ۱۹۵۶ء سے ۲ اکتوبر ۱۹۷۴ء کے عرصے میں ۱۲۵۴ میچوں میں ۱۲۱۶ گول کیے۔ ۱۹۵۸ء پیلے کا بہترین سال تھا جب انھوں نے ۱۳۹ گول کیے تھے۔

تیز ترین گول

۱۶ نومبر ۱۹۳۸ء کو انگلستان کی ٹیم ٹاٹنہم اسپر نے آئرلینڈ کے خلاف صرف ساڑھے تین منٹ میں تین گول کیے۔ ورلڈ کپ میں تیز ترین گول ۱۶ جون ۱۹۳۸ء کو سوئیڈن کے اولے نائبرگ نے پیرس میں ہنگری کے خلاف صرف تیس سیکنڈ میں کیا۔

ورلڈ کپ میں حصہ لینے والے ۵۴ ممالک میں سے برازیل واحد ملک ہے جس نے اب تک کے سارے ورلڈ کپ کھیلے ہیں۔

گول کرنے کا ریکارڈ فرانس کے جسٹ فونٹین نے ۱۹۵۸ء میں چھے میچوں میں تیرہ گول

کر کے قائم کیا۔ فائنل میچ میں انگلستان کے جیوفری ہرسٹ نے جرمنی کے خلاف تین گول کیے۔

سب سے زیادہ آمدنی

اب تک سب سے زیادہ یعنی پانچ لاکھ تہتر ہزار ڈالر کی آمدنی ۳۰ جولائی ۱۹۶۶ء کو ویمبلے لندن میں انگلستان اور مغربی جرمنی کے درمیان کھیلے جانے والے ورلڈ کپ فائنل سے ہوئی۔

سب سے بھاری گول کیپر

سب سے بھاری گول کیپر انگلستان کے ولی جے فوک (فیٹی) (۱۸۷۴ء تا ۱۹۱۶ء) گزرے ہیں، جن کا قد چھ فیٹ تین انچ اور وزن ۳۱۱ پونڈ تھا۔ ایک بار ان کے وزن سے گول بار ٹوٹ گیا تھا اور میچ روک دیا گیا تھا۔

گیند پر کنٹرول

مائیکل پامکسٹ نے ۸ مئی ۱۹۸۰ء کو سویڈن میں بغیر رُکے دس گھنٹے تک گیند اچھالنے کا مظاہرہ کیا۔ وہ گیند کو پیروں، ٹانگوں اور سر سے فضا میں اچھالتے رہے اور اس دوران گیند زمین سے بالکل نہیں چھوئی۔ اسی کھلاڑی نے گیند کو دو گھنٹے ۳۳ منٹ تک "ہیڈ" کرنے کا مظاہرہ بھی کیا۔

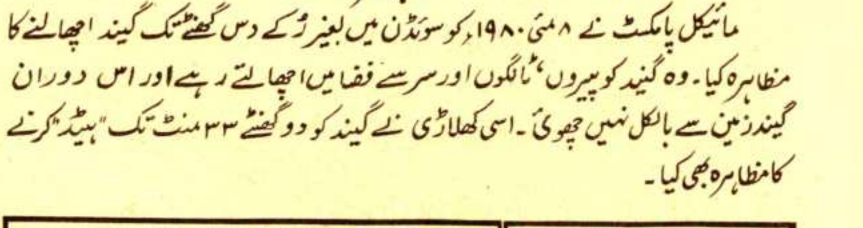

سلسلہ نمبر ۲۳۰

معلوماتِ عامہ

اس بار بھی سوالات کی تعداد بارہ ہے۔ دس یا زیادہ صحیح جوابات والوں کی تصویریں شائع کی جائیں گی۔ تصویریں نہ ہوئیں تو ان کے نام اور ۹ صحیح جوابات والوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ جوابات ۱۵ جون ۱۹۸۵ء تک بھیج دیجیے۔ جوابات کے کاغذ پر نیچے اپنے نام اور پتے کے علاوہ کچھ نہ لکھیے۔ تصویر کے نیچے بھی اپنا نام اور شہر یا گاؤں کا نام صاف صاف لکھیے۔ نام پتا جوابات کے پیچھے نہیں نیچے لکھیے۔ پتا لفافے پر بھی نہ لکھیے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔ بتایئے آزر کا پیشہ کیا تھا ؟

۲۔ بتایئے ابوالانبیا کس کو کہا جاتا ہے ؟

۳۔ پنجابی زبان کی سب سے مشہور رومانی داستان کون سی ہے ؟

۴۔ لندن میں ایک ایسا پارک ہے، جس میں ہر شخص کو ہر بات کہنے کی آزادی ہے۔ پارک کا نام بتایئے۔

۵۔ پاکستان کی سب سے لمبی سڑک کا نام کیا ہے ؟

۶۔ پاکستان کی سب سے اونچی پہاڑی چوٹی کا نام کیا ہے ؟

۷۔ مشہور عالم دین اور رہنما مولانا عبیداللہ انور کا حال ہی میں لاہور میں انتقال ہوا ہے، بتایئے وہ کس سال میں پیدا ہوئے تھے ؟

۸۔ بمبئی سے علاحدہ کر کے سندھ کو کس سال مستقل صوبہ بنایا گیا تھا ؟

۹۔ کینیڈا کے دارالحکومت کا نام تو آپ کو معلوم ہوگا ؟

۱۰۔ نابیناؤں کے پڑھنے کے لیے اُبھرے ہوئے نقطوں سے جو تحریر لکھی جاتی ہے اس کو بریل (BRAILLE) کہتے ہیں۔ آپ صرف اس کے موجد کا نام بتا دیجیے۔

۱۱۔ بابائے طب کس پرانے یونانی طبیب کو کہا جاتا ہے ؟

۱۲۔ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں جس شہر کو عروس البلاد کہا جاتا تھا، کیا اُس کا نام آپ جانتے ہیں ؟

مُسکراتے رہو

★ ایک صاحب ماہر نفسیات کے دفتر میں داخل ہوئے۔ کرسی پر بیٹھ کر اُنھوں نے اپنی جیب سے تمباکو کا تھیلا نکالا اور تھیلے سے تمباکو نکال کر اپنے دائیں کان میں ٹھونسنے لگے۔ ماہر نفسیات نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "آپ کی حرکت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کو میری خدمت کی ضرورت ہے؟" "جی ہاں" اُن صاحب نے جواب دیا، "کیا آپ کے پاس ماچس ہوگی؟"

★ ایک صاحب کافی عرصے سے ایک ڈاکٹر کے زیر علاج تھے، لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا تو ایک روز غصّے میں بولے، "میں دوسرے ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ آپ کی تشخیص غلط ہے۔"

ڈاکٹر نے اطمینان سے جواب دیا، "ٹھیک ہے، آپ اس کا علاج کروالیں، پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بتا دے گی کہ کس کی تشخیص صحیح تھی۔"

مرسلہ: نجمی فاطمہ

★ بچّے نے باپ سے پوچھا، لڑائیاں کیسے شروع ہوتی ہیں؟ باپ نے جواب دیا، "بیٹا، فرض کرو امریکا اور فرانس میں ناچاقی پیدا ہو جاتی ہے۔"

امریکا اور فرانس میں ناچاقی کیوں پیدا ہونے لگی۔ قریب بیٹھی ہوئی ماں نے بچّے کے باپ کو ٹوک دیا۔

میں تو صرف مثال دے رہا ہوں بیگم!

نہیں تم بچّے کے ذہن میں غلط باتیں ٹھونس رہے ہو۔

شوہر: لیکن فرض کر لینے میں کوئی حرج تو نہیں

بیگم: ہرگز نہیں، تم بچّے کو غلط راستے پر لے جانے کی کوشش کر رہے ہو،

شوہر: (غصّے سے) ہوش میں رہو بیگم، تم ہمیشہ میری بات کاٹتی ہو اور تم بے وقوف عورت ہو۔

بچّہ: بس بس ابّو میں سمجھ گیا، لڑائیاں کیسے شروع ہوتی ہیں۔

مرسلہ: نامعلوم

★ ایک پروفیسر اپنی بیوی بچوں سمیت ریل میں سفر کر رہے تھے کہ سامان کو دیکھ کر بیوی سے بولے، "کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم اپنے ساتھ میز بھی لے آتے، بچے آرام سے کھانا کھا لیتے۔"
بیوی: (حیران ہو کر) کبھی کسی کو ریل میں میز پر کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو؟
پروفیسر: پریشانی اس لیے ہے کہ میں ٹکٹ میز پر ہی تو چھوڑ آیا ہوں۔

مرسلہ: نامعلوم

★ بیوی (شوہر سے) کہاں جا رہے ہو؟
شوہر: خودکشی کرنے،
بیوی: مگر زیورات کا ڈبا کہاں لے جا رہے ہو؟
شوہر: میں سکندرِ اعظم کی طرح پاگل نہیں ہوں جو دنیا سے خالی ہاتھ چلا جاؤں۔

★ ایک دوست اپنی بیوی کی تعریف کرتے ہوئے بولا: "میری بیوی جنت کی حور ہے۔"
دوسرا دوست: تم تو خوش قسمت ہو۔ میری بیوی تو ابھی زندہ ہے۔

مرسلہ: اسداللہ جعفری، کراچی

★ ایک شخص انتہائی گندے ہوٹل میں داخل ہوا۔ بیرا اس کے پاس آیا تو اُسے دیکھ کر پہچان گیا۔ یہ اس کی خوش حالی کے زمانے کا دوست تھا۔ اس نے کہا، "تم اتنے گھٹیا ہوٹل میں ملازم ہو"۔

بیرے نے فوراً جواب دیا:
"ہاں، میں یہاں صرف بیرا گری کرتا ہوں، کھانا نہیں کھاتا۔"

مرسلہ: فہیم آفتاب، راول پنڈی

★ ایک فقیر نے صدا لگائی، تو ایک شخص نے کہا، "میری جیب سے جو کچھ ملے، نکال لو۔"
فقیر نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور فوراً کہا اس میں تو کچھ بھی نہیں۔ اس شخص نے کہا، مجھے زندگی بھر اس جیب سے کچھ نہیں ملا، تجھے اتنی جلدی کیسے مل جاتا۔

مرسلہ: فرخندہ شہناز انجم

★ ایک صاحب لنگوٹی باندھے اور گلے میں ٹائی لگائے اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ ایک دوست ان سے ملنے آیا۔ اس نے پوچھا "کیوں دوست یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟" بولے، گھر میں بیٹھا ہوں مجھے یہاں کوئی دیکھنے تھوڑی آ رہا ہے۔"
دوست: "تو پھر یہ ٹائی کیوں لگا رکھی ہے؟"
وہ صاحب: "بھئی! ہو سکتا ہے کوئی آ ہی جائے۔"

★ ایک بار ایک موٹی عورت وزن معلوم کرنے والی مشین پر چڑھی۔ مشین خراب تھی لہٰذا سوئی آگے نہ بڑھ سکی۔ دو بچے قریب ہی کھڑے تھے سوئی پر نظر ڈال کر ایک بچے نے دوسرے کے کان میں کہا، باپ رے باپ، اس موٹی عورت میں تو صرف ہوا بھری ہوئی ہے۔ مرسلہ: سید فیصل احمد بخاری، کراچی

رمضان المبارک

ادائیٔ فرض اور اعادۂ صحت کا مہینہ ہے

رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ مسلمان کہ جو اس رکنِ اسلام کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں وہ درحقیقت اپنی ذہنی کثافتوں کو دور کرکے اپنی بالیدگیٔ رُوح کا سامان کرتے ہیں اور اپنی جسمانی کدورتوں سے خالی ہوکر اپنی صحتِ جسمانی کا اہتمام کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کا احترام کرنے والا اور روزہ کا پابند انسان بہرطور اور بہرلحاظ تن درست رہتا ہے اور چاق و چوبند۔

اس رفیع و بابرکت اور مقدس مہینے میں سحر و افطار کے احترام کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ کھانے پینے میں احتیاط کا دامن پکڑیں اور اتنا نہ تناول فرمائیں کہ ہضم پر بار اور دل پر بوجھ بن جائے۔

انواع و اقسام کے کھانے ایسا نہ ہو کہ اسراف کی تعریف میں آجائیں اور رُوحِ رمضان مضمحل ہوجائے اور برکاتِ رمضان معرضِ خطر میں آجائیں۔

مجبوراً اور حادثے کے طور پر کبھی دامنِ احتیاط چھوٹ جائے تو آپ کارمینا سے فوراً اصلاحِ ہضم کا سامان کریں اور معمولاتِ رمضان میں کوئی فرق نہ آنے دیں۔

کارمینا

بدہضمی، قبض، گیس
سینے کی جلن، تیزابیت
وغیرہ کا اچھا علاج ہے

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق

بہترین عمل وہ ہے جو دوسروں کے لئے نفع بخش ہو

بحیرہ مُردار

رشید الدین احمد

بحیرۂ مردار ہماری زمین کا سب سے پست حصّہ ہے۔ یہ سطحِ سمندر سے ۱۳۰۹ فیٹ (۳۹۹ میٹر) نیچے ہے۔ مقبوضہ بیت المقدس سے اس کا ساحل زیادہ دُور نہیں ہے۔ موٹر کار سے یہ بہ مشکل آدھے گھنٹے کا سفر ہے۔ دورانِ سفر ہم جوں جوں نشیب کی طرف بڑھتے ہیں کان بجنے لگتے ہیں اور گرمی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اس کے کنارے پر دَورِ قدیم کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ دنیا کا سب سے قدیم شہر (۱۰۰۰۰ ہزار سال پرانا) تریکو (THRICHO) بھی اسی کے آس پاس ہے۔

اس کا پانی اس قدر بھاری ہے کہ آپ اس میں اپنی پیٹھ کے بَل آرام سے لیٹ سکتے ہیں، لیکن اس میں شامل نمک پورے جسم میں آگ سی لگا دیتے ہیں۔ ایک بوند بھی آنکھ میں گر جائے تو ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی ہے۔

اس کے پانی میں کوئی بھی مچھلی زندہ نہیں رہتی۔ اس لیے اس میں ماہی گیری کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بحیرہ مُردار درحقیقت سمندر نہیں ہے بلکہ اسے ایک قدرتی جھیل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کا شمالی طاس کل ۱۰۸۶ فیٹ (۳۳۱ میٹر) گہرا ہے اور جنوب میں اس کے طاس کا کچھ حصّہ اوسطاً ۲-۱ میل (دو میٹر) گہرا ہے۔ یہ جھیل کل ۴۵ میل (۷۵ کیلو میٹر) لمبی اور نو میل (۱۵ کیلو میٹر) چوڑی ہے۔

اس جھیل میں صرف دریائے اردن کا تازہ پانی شامل ہوتا ہے، لیکن اس سے اس پانی کی کثافت (بھاری پن) میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، کیوں کہ سخت دھوپ اور گرمی کی وجہ سے پانی کے بھاپ بن کر اُڑنے کی رفتار تازہ پانی کی آمد سے زیادہ ہے۔ چوں کہ اب دریائے اردن کا پانی زراعت کے لیے بڑی مقدار میں استعمال ہو رہا ہے۔ اس لیے اب اس کی سطح مزید گھٹتی جا رہی ہے۔ چوں کہ اس جھیل پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا ہے اس لیے اس کا آدھا حصّہ اردن کے قبضے میں ہے۔ اسرائیلی ایک نہر کے ذریعے سے اس جھیل میں بحیرۂ روم

کا پانی لاڈالنے کا منصوبہ تیار کر رہے ہیں۔ انھیں توقع ہے کہ اس طرح وہ نہ صرف یہ کہ اس کی سطح مزید کم ہونے سے روکیں گے بلکہ نشیب کی طرف بہتے ہوئے سمندری پانی سے بجلی بھی حاصل کر سکیں گے۔

بحیرۂ مُردار مکمل طور پر مُردہ نہیں ہے۔ سائنس دانوں نے حال ہی میں اس کے پانی میں نمک پر زندہ رہنے والے خُرد جسیموں کا پتا لگایا ہے۔ ان میں سے ایک جسیمہ ہیلو بیکٹیریئم ہالو بیئم میں ایک ایسا سرخ رنگ ہوتا ہے جس میں کلوروفل کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ بھی کلوروفل کی طرح سورج کی روشنی کو براہِ راست توانائی میں تبدیل کرتا ہے۔ اگرچہ یہ کلوروفل کی طرح زیادہ بہتر طور پر کام نہیں کرتا، تاہم اس کی اس صلاحیت سے شمسی توانائی حاصل کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ اس رنگ کی وجہ سے یہ خُرد جسیمے اپنے جسم سے نمک خارج کر دیتے ہیں، اس لیے سائنس داں اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ وہ اسے سمندری پانی کو تازہ پانی میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کریں۔

بحیرۂ مردار کے کنارے گندک کے چشمے بھی موجود ہیں۔ ان چشموں کے کنارے سیاہ رنگ کا کیچڑ ہوتا ہے۔ پرانے زمانے سے اس کیچڑ کو کئی بیماریوں کا شافی علاج سمجھا جاتا ہے۔ نئی تحقیقات کے مطابق اسی کیچڑ میں گندک کے علاوہ (جو ایک عمدہ مصفیِ خون ہے) تاب کار بیریئم اور دوسرے شفا بخش اجزا بھی پائے جاتے ہیں۔ ان چشموں کے کنارے امریکا اور یورپ سے ہر سال ہزاروں افراد علاج کے لیے آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کیچڑ کو جسم پر لیپ کرنے سے جسم کا درد، گٹھیا، دمہ، اِکزیما، داد چنبل دُور ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا تو یہ عقیدہ بھی ہے کہ اس سے بانجھ پن بھی دُور ہو جاتا ہے۔

اردن کے دارالحکومت عمّان سے بحیرۂ مُردار ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔ اس طرف گرم پانی کے چشمے بھی ہیں۔ ان کا پانی بھی صحت کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے۔ اُردن بحیرۂ مُردار کے پانی سے مختلف کیمیائی مادّے الگ کرنے کے لیے صنعتوں اور کارخانوں کے قیام کے منصوبے تیار کر رہا ہے۔ اسرائیل نے مقبوضہ کنارے پر ایسے کئی کارخانے قائم کر دیے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہودیوں کی بستیاں بھی آباد کر دی ہیں۔ انھوں نے اس کی مٹی کو برسوں کی محنت کے بعد نمک سے صاف کر دیا ہے اور اب وہاں سبزیوں، تربوز اور آم کی خوب کاشت ہو رہی ہے۔

تِتلی پری

شاکر عثمانی

ننھی فوزیہ کو یوں تو ہر چیز اچھی لگتی تھی، مگر اسے اپنے ابّو امّی اور بھائی بہن کے بعد سب سے زیادہ پالتو جانور اور وہ کیاریاں پسند تھیں جن پر بھانت بھانت کے خوش رنگ پھول ہمیشہ ہنستے مسکراتے نظر آتے تھے۔ ان میں کئی رنگ کے گلاب بھی تھے اور یاسمین، نرگس، چنبیلی اور چمپا و موتیا کے علاوہ گیندے کے بڑے بڑے اور زردی مائل سرخ سفید پھول فوزیہ کو بہت بھاتے تھے۔ رات کے وقت وہ دیر تک رات کی رانی کے پھول کی خوش بُو محسوس کیا کرتی تھی۔

فوزی نے چند ماہ پہلے ہی اسکول جانا شروع کیا تھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق پڑھنے لکھنے میں بھی بہت دل چسپی لیا کرتی تھی۔ اسکول میں بھی استانیوں کا کہا مانتی تھی اور ہوم ورک تو بڑے ذوق شوق سے وقت پر کر لیا کرتی تھی، اسی لیے سارا گھر بھی اس کا گرویدہ تھا اور اس کی استانیاں بھی بہت چاہتی تھیں۔

گھر میں اس کے بھائی جان نے ایک بڑا سا کتا بھی پالا ہوا تھا، جسے سب لوگ ٹائیگر کہتے تھے۔ وہ بڑا سمجھ دار تھا۔ اس سے جو کچھ کہا جاتا وہ اسے عام طور پر سمجھ لیا کرتا۔ امجد فوزیہ سے تین سال بڑا تھا۔ ٹائیگر اسی نے پالا تھا۔ ٹائیگر عام طور سے امجد کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ جب امجد فُٹ بال کھیلنے کے مُوڈ میں ہوتا تو ٹائیگر کو حکم دیتا:

"اے ٹائیگر، ذرا میری گیند تو لانا۔" اور ٹائیگر فوراً اس جگہ پہنچ جاتا جہاں امجد کی گیند رکھی رہتی تھی، پھر وہ اپنے منھ اور ہاتھوں کی مدد سے گیند کو لڑھکاتا ہوا امجد کے پاس پہنچ جاتا۔ دیکھنے والے ان باتوں سے خوش ہو کر تالیاں بجایا کرتے تھے۔

فوزی کو اپنی بلّی بہت پسند تھی۔ وہ اسکول سے آتے ہی اپنی پُوسن کو دیکھا کرتی تھی۔ پُوسن کو بھی فوزیہ کے آنے جانے کا وقت معلوم ہو گیا تھا۔ ادھر وقت ہوا اُدھر بلّی نے

صدر دروازے کے چکّر کاٹنے شروع کر دیے۔ پھر جیسے ہی اسکول بس گیٹ پر آکر رُکتی پُوسن دوڑ کر جاتی۔ اس کی میاؤں میاؤں کے شور سے ہی فوزی کی امّی سمجھ لیا کرتی تھیں کہ ان کی پیاری بیٹی اسکول سے آگئی ہے۔

فوزیہ فرصت کے وقت باغیچے کا رُخ کیا کرتی تھی، جہاں تھوڑے سے درخت بھی تھے۔ یہ سب پھل دار درخت تھے۔ ان میں آم اور امرود کے علاوہ انار اور شریفے کے درخت تھے، مگر فوزی کو ان درختوں سے کہیں زیادہ پھول پسند تھے۔ وہ گھنٹوں کیاریوں میں مصروف رہا کرتی تھی، کیوں کہ کیاریوں میں پھولوں پر اسے کبھی کبھی ایک تتلی نظر آیا کرتی تھی۔ فوزیہ کو رفتہ رفتہ اس تتلی سے بڑی محبّت ہو گئی تھی۔ جب بھی تتلی آتی فوزیہ یہی سمجھتی کہ یہ وہی تتلی ہے، جس کا اُسے انتظار تھا۔

وہ تتلی کو قید کر کے اسے پریشان نہیں کرتی تھی، البتہ وہ اس کے پیچھے بھاگا ضرور کرتی تھی۔ جب تتلی گھبرا کر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جاتی، ایک پھول سے اُڑ کر

دوسرے پھول پر جا بیٹھتی تو فوزیہ کو بڑا لُطف آتا۔ اُس وقت وہ ہاتھ بڑھا کر تتلی کو پکارا کرتی:

"میری اچھی تتلی، آؤ میرے ہاتھ میں آجاؤ، میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گی۔"

فوزیہ کو تتلی کے پَر بہت اچھے لگتے تھے۔ ایک دن جب ٹائیگر نے اس کی پُوسن سے مذاق کیا تو بلّی ڈر کے مارے بھاگنے لگی۔ اتفاق سے فوزیہ نے اسے دیکھ لیا۔ وہ بلّی کو بچانے کے لیے دوڑی۔ ساتھ ہی وہ ٹائیگر کو ڈانٹتی جارہی تھی۔ پُوسن سیدھی کیاریوں کی طرف گئی۔ وہ ان میں چُھپ گئی۔ اب فوزیہ اپنی بلّی کو تلاش کر رہی تھی۔ اتفاق سے اس وقت ننھی فوزیہ کی نگاہ ایک پھول پر چلی گئی۔ گلاب کے اس سرخ پھول پہ ایک خوب صورت تتلی بیٹھی ہوئی تھی۔ فوزیہ اسے دیکھ کر بے تاب سی ہو گئی۔ اب وہ پُوسن کو بھول چکی تھی اور تتلی کے پیچھے پھر رہی تھی۔ تتلی نے بھی سمجھ لیا تھا کہ بے بی اُسے پکڑنا چاہتی ہے۔ وہ بھلا اُس کے ہاتھ کیوں آتی۔ وہ کبھی ایک پھول پر بیٹھتی کبھی اُڑ کر دوسری کیاری میں چلی جاتی۔ وہ فوزیہ کو دھوکا دینے کے لیے کبھی پھول پر چلی جاتی اور کبھی پتّیوں میں اپنے آپ کو چھپا لیا کرتی۔

آج تو فوزیہ کو بھی ضد سی ہو گئی۔ اس نے دل میں سوچا کہ آج میں ضرور تتلی کے پَر دیکھوں گی۔ میں اس کے رنگ گنوں گی۔ آنٹی کہتی ہیں کہ اس کے سات پَر ایک ساتھ جُڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر پَر میں ایک الگ رنگ ہوتا ہے۔ دیکھوں آنٹی کی بات صحیح ہے یا نہیں۔ میں آج ضرور تتلی کے رنگ گنوں گی۔

تتلی اسے بار بار چکما دے رہی تھی، مگر وہ بھی ہمّت ہارنے والی نہیں تھی۔ وہ برابر تتلی کا پیچھا کرتی رہی۔ مجبور ہو کر تتلی انار کے درخت پر چلی گئی۔ فوزیہ بلّی کی طرح چپکے چپکے درخت کے پاس پہنچی۔ تتلی کافی اوپر تھی۔ فوزیہ نے ہمّت نہ ہاری۔ وہ اوپر چڑھنے لگی۔ درخت زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس کا تنا کافی مضبوط تھا۔ فوزیہ نے ایسی سمت سے چڑھنا شروع کیا کہ تتلی دھوکا کھا گئی۔ جیسے ہی اس نے تتلی کے پروں کو چھُوا اچانک ایک میٹھی سی، عجیب سی آواز سُنائی دی۔ فوزیہ نے جلدی سے تتلی کی طرف دیکھا مگر وہ اس جگہ ایک اونچی پوری عورت کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ فوزیہ کو تھوڑا سا ڈر بھی لگا۔

اس کا ہاتھ لمبے لمبے پَروں پر رکھا ہوا تھا۔ اس عورت کے دونوں شانوں پر بہت بڑے بڑے اور خوب صورت سے پَر نظر آرہے تھے۔

وہ سوچنے لگی کہ یہ کیسی عورت ہے، عجیب و غریب۔ لگتی تو عورت ہی ہے مگر....

"کیا سوچ رہی ہو بے بی فوزیہ؟" پری نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ارے واہ، تمھیں تو میرا نام بھی معلوم ہے۔" فوزیہ بولی، "مگر تم ہو کون؟"

"لو یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" پری بھی فوزیہ کی طرح بول رہی تھی، "یہ دیکھو میرے پَر۔ تمھیں اچھے لگے؟ اچھا سنو، میں پری ہوں۔ تم نے میرا نام تو سُنا ہوگا؟"

فوزیہ ڈرپوک لڑکی نہیں تھی۔ اس نے نانی امّاں سے پریوں کی بہت سی کہانیاں سُنی تھیں۔ اس نے جلدی سے اقرار میں سَر ہلایا اور اپنا ہاتھ پری کے پَر سے ہٹا لیا۔

"تمھارا نام کیا ہے اچھی پری؟" فوزیہ نے اس بار خود بات کی۔

"مجھے ..... مہربان پری کہتے ہیں اور اپنی دنیا میں مجھے وقت کی پری کہا جاتا ہے۔"

"اچھا تو مہربان پری، یہ بتاؤ کہ تم ایک دم کہاں سے آگئی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ میں تتلی کے بھیس میں گھومتی پھر رہی تھی، جب یہاں پہنچی تو تم میرے پیچھے پڑ گئیں۔ میں نے سوچا کہ چلو کچھ دیر تم سے ہی باتیں ہو جائیں۔"

"اچھا تو مہربان پری، کیا تم روزانہ یہاں آیا کرتی ہو؟" فوزیہ نے پوچھا۔

"نہیں، بس کبھی کبھی۔ اس مرتبہ پچاس سال کے بعد آئی ہوں۔ اس سے پہلے جب یہاں آئی تھی تو میں نے کچھ بچّوں سے ملاقات کی تھی۔ وہ بھی تمھاری طرح بہت پیارے پیارے تھے لیکن انھوں نے تمھاری طرح میرا پیچھا نہیں کیا تھا۔"

پری بولی، "مجھے معاف کر دو مجھ سے بھول ہو گئی۔" فوزیہ نے اس سے کہا۔

"ارے یہ تو میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ مجھے تو تم بہت اچھی لگی تھیں، اسی لیے تو میں نے تم پر اپنا اصلی روپ ظاہر کر دیا۔" پری مسکرا کر بولی۔

"اچھا مہربان پری، کیا تم مجھے اپنی دنیا کی باتیں بتاؤ گی؟" فوزیہ نے کہا۔

"کیوں نہیں، ہماری دنیا صدیوں سے جوں کی توں ہے، کوئی تبدیلی اس میں نہیں آتی ہے حال آنکہ اس دوران میں تمھاری دنیا میں بہت سی تبدیلیاں آگئی ہیں۔ پہلے جو لوگ اس جگہ

پر رہتے تھے، وہ اب خدا جانے کہاں ہوں گے۔" پری جلدی جلدی کہنے لگی۔

"تمھارے امّی ابّو یہاں آنے سے منع نہیں کرتے؟" فوزیہ نے بات کا رُخ بدلا۔

"ہماری دنیا تمھاری دنیا سے ذرا مختلف ہے فوزیہ، ہم وہاں بڑے چین سے رہتے ہیں۔ تمھاری دنیا کی طرح وہاں کوئی کسی سے نہ تو جلتا ہے نہ کسی سے لڑائی دنگا کرتا ہے۔ وہاں کوئی جھوٹ بھی نہیں بولتا ہے۔" پری بولی۔

"حیرت ہے، وہاں اسکول میں بھی لڑائی نہیں ہوتی؟" فوزیہ نے پوچھا۔

اس بات پر فوزیہ کو اپنا اسکول یاد آ گیا، جہاں بہت سے بچّے وقفے میں معمولی باتوں پر جھگڑا کیا کرتے تھے۔ فوزیہ کو لڑنے جھگڑنے سے نفرت تھی۔ وہ خود کسی سے کبھی نہیں لڑتی تھی، پھر بھی صائمہ اور جہاں آرا اس کی کلاس فیلو تھیں اس سے ناراض ہو جایا کرتی تھیں۔ جب بھی وہ انھیں کوئی چیز نہ دیتی وہ منھ پُھلا لیا کرتی تھیں۔

"تم کیا سوچ رہی ہو بے بی؟" پری نے اسے خیالوں میں کھویا ہوا پا کر کہا، "ہماری دنیا میں اسکول نہیں ہوتے، مگر ہم اپنے بڑوں سے تعلیم ضرور حاصل کرتے ہیں۔"

"وہاں اچھے اچھے باغ ہوں گے اور میٹھے میٹھے پھل۔" فوزیہ نے پوچھا۔

"ہاں وہاں بھی بہت سی چیزیں ہیں اور ہم نے ایسا انتظام کیا ہے کہ ہر شخص ہر چیز سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے ہمارے ہاں پھل مفت میں ملتے ہیں۔ جس کا دل چاہے پھل توڑ کر کھا سکتا ہے۔ کوئی بھی کسی جگہ کا تنہا مالک نہیں ہے بلکہ ہر جگہ اور ہر چیز سب کی ہے۔"

فوزیہ کا منھ حیرت سے کُھل گیا، "اچھا، تو کیا گھر بھی الگ الگ نہیں ہیں؟"

"گھر تو ہیں، مگر پڑوسی لڑتے نہیں ہیں۔ نہ کوئی کسی کی جگہ پر قبضہ کرتا ہے۔ کیا تم ہماری دنیا کی سیر کرنا چاہتی ہو؟ وہ ایک خوب صورت علاقہ ہے۔" پری بڑے فخر سے کہنے لگی۔

"ہاں اچھی پری، میں وہاں جانا چاہتی ہوں۔ اچھا ٹھیرو میں اپنی امّی سے اجازت لے کر ابھی آتی ہوں۔" فوزیہ جلدی سے بولی اور مُڑ کر اندر جانے لگی تو مہربان پری نے اسے روک دیا: "نہ جاؤ بے بی فوزیہ، وہ تمھیں اجازت نہیں دیں گی۔ تمھاری دنیا میں ڈر، شک، شبہ اور بے اطمینانی ایک عام سی بات ہے۔"

"کیا تمھارے ہاں بھی بچّے کسی بڑے سے اجازت نہیں لیتے مہربان پری؟" فوزیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہمارے ہاں بچّے اپنی دنیا میں مست رہتے ہیں۔ انھیں وہاں ہر طرح کی آزادی ہوتی ہے۔" پری بتانے لگی۔

"اچھا وہاں ٹریفک ہوتا ہے؟ اور حادثات کا کیا حال ہے؟" فوزیہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ مہربان پری اس سوال پر مسکرانے لگی۔ پھر بولی:

"ننھّی فوزیہ، ہماری دنیا تمھاری دنیا سے مختلف ہے۔ وہاں ٹریفک کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو خود ہوائی جہازوں کی طرح اُڑ سکتے ہیں، ہر جگہ آسانی سے پہنچ سکتے ہیں، پھر ہمیں سواری کی کیا ضرورت ہے۔"

"اچھا مہربان پری، کیا تم میری امّی سے ملنا پسند کرو گی؟" فوزیہ نے پوچھا تو پری اُداس ہو کر بولی، "نہیں، وہ مجھے دیکھ کر تم سے ناراض ہوں گی۔" اب مہربان پری نے فوزیہ کو پیار کیا اور دوبارہ تتلی بن کر خلا کی طرف اُڑ گئی۔

مستقل پڑھنے والوں کے لیے ایک تحفہ

ہمدرد نونہال کے ہزاروں پڑھنے والے ایسے ہیں جو برسوں سے پابندی کے ساتھ رسالہ خرید کر پڑھتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم اُن کے لیے ہر ماہ عمدہ عمدہ کہانیوں، معلومات اور تفریحات کا گُل دستہ پیش کرتے ہیں، لیکن اب فیصلہ کیا گیا ہے ہمارے ایسے مُستقل دوستوں کو کوئی تحفہ بھی پیش کیا جائے۔

جنوری ۸۵ء سے رسالے میں ایک کوپن لگایا جارہا ہے۔ یہ تعلیمی تحفے کا کوپن ہے اور ہر مہینے لگایا جائے گا۔ اس کوپن کی صفائی سے خانہ پُری کیجیے اور کاٹ کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیجیے۔ جب بارہ کوپن ہو جائیں تو آپ احتیاط سے ہمیں بھیج دیجیے۔ ہم آپ کو مندرجہ ذیل مفید و دل چسپ کتابوں میں سے جو کتاب آپ کو پسند ہو گی وہ بھیج دیں گے۔

(۱) جاگو جگاؤ، از حکیم محمد سعید (۲) چالاک خرگوش کے کارنامے، از معراج (۳) قصہ اژدہا پکڑنے کا، از محمود علی اسد و دیگر (۴) چند مشہور طبیب اور سائنس دان، از حکیم محمد سعید و دیگر (۵) ابو علی کا جوتا، از عبدالمجید نظامی و دیگر (۶) صحت کی الف بے، از مسعود احمد برکاتی (۷) ننھا سیّاح، از محمد زکریا مائل (۸) غذائیں دوائیں، از ادارۂ ہمدرد نونہال (۹) سنہرے اصول، از حکیم محمد سعید (۱۰) ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی، از علی اسد (۱۱) کھلونا نگر، از غازی کمال رشدی (۱۲) ننھا سراغ رساں، از مسعود احمد برکاتی و دیگر (۱۳) پُراسرار غار، از میرزا ادیب و دیگر

ان میں سے جو کتاب بھی آپ کو پسند ہو اُس کا نام کوپنوں میں لکھ دیجیے۔ بارہ کوپنوں میں سے ہر کوپن کی خانہ پُری کیجیے تاکہ کوئی دوسرا اُن سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اس کے علاوہ یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ بارہ کوپن جمع کر کے بھیجنے والے اگر ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کی شائع کردہ کتابیں خریدنا چاہیں تو اُن سے ۲۵ فی صد قیمت کم لی جائے۔

جون ۱۹۸۵ء

کوپن علمی تحفہ

میں ہمدرد نونہال مُستقل پڑھنے اور خریدنے والا/والی ہوں اور بارہ کوپن جمع کر کے بھیج رہا/رہی ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے مندرجہ ذیل کتاب علمی تحفے کے طور پر بھیج دیجیے۔

نام کتاب: ____________

نام: ____________ عُمر: ______ تعلیم: ____________

پتا: ____________

پھوڑے پھنسی اور
خارش کا ایک علاج
مگر فساد خون سے بچنے کے لئے صافی بہتر ہے
خون میں سرایت کئے ہوئے فاسد مادے
پھوڑے پھنسیوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں
کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے صافی باقاعدگی
کے ساتھ استعمال کیجئے۔ خون کی صفائی اور جلدی
بیماریوں سے محفوظ رہنے کا مفید ذریعہ ہے۔
SAFI
صافی
جڑی بوٹیوں
سے تیار شدہ
صافی
ہمدرد
سے خون بھی صاف، جلد بھی صاف

اس شمارے کے مشکل الفاظ

نونہالوں کی خواہش پر ہر لفظ کے سامنے اُس زبان کا اشارہ بھی لکھا جا رہا ہے جس سے وہ لفظ اُردو میں آیا ہے۔ یہ اِشارے اس طرح لکھے ہوں گے:

ع = عربی، ف = فارسی، ہ = ہندی، س = سنسکرت، ت = ترکی، انگ = انگریزی، ا = اردو

شاقہ: (ع) شا ق قہَ : دشوار، سخت، مشکل

حاجت روا: (ع) حَ اجَ تْ رَوَا : حاجت پوری کرنے والا، ضرورت پوری کرنے والا

ارفع: (ع) اَرْ فَع : بہت بلند، زیادہ عالی مرتبہ

خمیازہ: (ف) خَمْ یا زَہ : غلطی کی سزا، کسی برے کام کا نتیجہ، انگڑائی

مرتعش: (ع) مُ رْ تَ عِش : کانپتا ہوا، لرزتا ہوا

عشرہ: (ع) عَ شْ رَہْ : دس عدد، مہینے کی دسویں تاریخ

شفاعت: (ع) شَ فَا عَتْ : سفارش، بیچ میں پڑنا

مبلغ: (ع) مُ بَل لِغ : پہنچانے والا، تبلیغ کرنے والا

حوادث: (ع) حَ وَا دِ ثْ : حادثہ کی جمع ہے، مصیبتیں، تکلیفیں، نئے واقعات

بحیرہ: (ع) بُ حَے رَہ : چھوٹا سمندر

حمد: (ع) حَ مْ دْ : تعریف، اللہ کی تعریف، اللہ کی بڑائی میں جو نظم ہو اس کو بھی حمد کہتے ہیں

سلطان: (ع) سُل طان : بادشاہ

رسوا: (ف) رُس وا : بدنام، بے عزت، ذلیل

طالب: (ع) طا لِب : چاہنے والا، طلب کرنے والا

ناچیز: (ف) نا چی ز : بے حقیقت، ناکارہ، نکما

فراواں: (ف) فِ را واں : بہت زیادہ، کثیر

دوراں: (ف) دَ وْ راں : زمانے کا چکر، دُنیا

سرکش: (ف) سَ رْ کَ شْ : باغی، نافرمان

فضیلت: (ع) فَ ضِی لَت : بزرگی، بڑائی، برتری

فروغ: (ف) فُ رُو غ : روشنی، رونق، ترقی

احتساب: (ع) اِحْ تِ سَاب : حساب کرنا، آزمائش کرنا

زیبائش: (ف) زے بَا اِش : خوب صورتی، زیب و زینت

اُسوہ: (ع) اُس وَہ : نمونہ

پائمال: (ف) پائے مال : پیروں سے کچلا ہوا، برباد، اُجڑا ہوا

ماہی گیر: (ف) ما ہی گی رْ : مچھلیاں پکڑنے والا، مچھیرا

ملحقہ: (ع) مُل حَ قَہ : ملا ہوا، لگا ہوا، شامل

اساتذہ (ع) اَسَا تِ زَہ : اُستاذ کی جمع ہے۔ کئی استاد

صحت مند نونہال

عائشہ اسلم، کراچی

محمود علی شیخ، نواب شاہ

محمد فیصل، کراچی

رفیع اللہ، صوابی

جلال الدین، کراچی

محمد زبیر، لاہور

محمد قاسم شاہین، کراچی

اختر علی

نوشاد علی، کراچی

الطاف عزیز میمن، حیدر آباد

آفتاب احمد، کراچی

ملک جاوید، سکھر

نوشاد احمد نعمانی، کراچی

محمد ندیم احمد

احمد اویس ظفر، سکھر

خالد رحیم، کراچی

اسما افضال رانا، لاہور

آصف حمید، کراچی

ندیم الطاف، پشین

عمران شفیع، کراچی

عبدالوحید سومرو، شہداد کوٹ

عبدالرحمٰن، کراچی

مختار احمد انصاری، لاڑکانہ

محمد اشرف، کراچی

محمد تنویر، کراچی

طالش، کراچی

محمد عامر، کراچی

خالدہ پروین، لاڑکانہ

شمیم اختر، میرپور خاص

بابر رحمٰن معرانی، لطیف آباد

ہمدرد گھٹی

بچوں کے نظامِ ہضم کے لئے ایک قدرتی دوا

چنیدہ نباتات سے صدیوں پرانے اصولوں پر تیار کردہ ہمدرد گھٹی نومولود بچوں کا پیٹ صاف کرنے کے لئے ایک قدرتی دوا ہے۔ انتہائی خوش ذائقہ ہمدرد گھٹی بچوں کو گیس، قبض اور پیٹ کی بہت سی دوسری تکلیفوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

نونہال ادیب

بعض نونہال دوسرے شاعروں کی نظم نقل کرکے بھیج دیتے ہیں۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ ہم ایک ترکیب بتاتے ہیں۔ جو نظم آپ کو پسند آئے اس کو نقل کرکے ہمیں بھیج دیجیے، لیکن جس شاعر کی نظم ہے اس کا نام اور جس رسالے یا کتاب سے نقل کی ہے اس کا نام بھی لکھ دیجیے۔ ہم آپ کا نام بھی لفظ مرسلہ کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ اس طرح آپ کی بدنامی بھی نہیں ہوگی، لیکن زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ آپ خود لکھنے کی کوشش کریں۔

حمد

مرسلہ: خالد محمود، شکارپور

ہے عجب میرے خدا بندے پہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے مرے سلطاں تیرا

سر سے پانگ ہیں الٰہی تیرے احساں مجھ پر
سب کو حاصل ہے یہاں فضل کا ساماں تیرا

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

کوئی ضائع نہیں ہوتا جو تیرا طالب ہے
ہوا ناکام کہاں جو ہے ثنا خواں تیرا

ہر مصیبت سے بچا لے میرے آقا ہر دم
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دوراں تیرا

نعت

مرسلہ: شازمہ کنول، نواب شاہ

ارادہ مدینے کا کرکے چلے ہیں
محمدؐ کے دیوانے چلتے رہیں گے

محمدؐ کے دیوانے اللہ اکبر
کھڑے ہیں فرشتے بھی سر کو جھکا کر

نہ دیکھیں گے جب تک بہارِ مدینہ
ان آنکھوں سے آنسو نکلتے رہیں گے

نہ بدلے گا طیبہ کا پُرنور منظر
زمانے کے منظر بدلتے رہیں گے

گناہ گار ہیں پھر بھی ہیں اُن کی اُمّت
یہ تم دیکھ لینا بہ روزِ قیامت

چھڑائیں گے سب کو وہ کہہ کے سفارش
نہ سمجھو جہنم میں جلتے رہیں گے
ارادہ مدینے کا کر کے چلے ہیں
محمدؐ کے دیوانے چلتے رہیں گے

رمضان کی فضیلت

شگفتہ فرحت، کراچی

رمضان کے روزے اسلام کے تیسرے اہم رُکن ہیں۔ رمضان کا مہینہ بڑا فضیلت، عظمت اور برکات کا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کی فضیلت اور عظمت خود قرآن مجید میں بتائی گئی ہے۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو سارے انسانوں کے لیے شمع ہدایت ہے اور راہِ حق دکھانے والی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے۔

رمضان المبارک کی عظمت و فضیلت کے لیے یہ کیا کم ہے کہ خدا نے ہدایت کی آخری کتاب نازل فرمائی، ورنہ ہر طرف کفر و الحاد اور معصیت میں بھٹکے ہوئے انسان نظر آتے۔ دوسری اہم فضیلت یہ ہے کہ لیلۃ القدر یعنی اسی مہینے میں ایک رات ایسی مبارک ہے کہ وہ خیر و برکت میں ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ قرآن رمضان میں نازل کیا گیا اور اس قرآن مجید کو شبِ قدر میں نازل کرنا شروع کیا۔ شبِ قدر میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر ایک کام کے انتظام کے لیے اُترتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔"

رمضان المبارک کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے گئے ہیں۔ رسول اللہؐ نے اس مہینے کو "شہر اللہ" یعنی "اللہ کا مہینہ" کہہ کر شرف بخشا ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ "پس! جو شخص بھی تم میں اس مہینے کو پائے اُس پر لازم ہے کہ وہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔"

رمضان کی فضیلت اور عظمت حدیثوں میں بھی جگہ جگہ آئی ہے۔ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند اور جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

رمضان کے مہینے کی ہر شب کو بہت سے نافرمان بندوں کو دوزخ سے رہائی بخشی جاتی ہے۔ اس مہینے میں مومن کی روزی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ مہینہ تمام مہینوں کا سردار ہے۔ اس مبارک مہینے میں جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لیے نفل نیکی کرے گا وہ فرض کے برابر اور جو فرض ادا کرے گا وہ ستّر فرضوں کے برابر ثواب کا مستحق ہو گا۔

رمضان المبارک کی تاریخی اہمیت کے لحاظ سے بھی بڑی فضیلت اور عظمت ہے۔ حق و باطل کی پہلی فیصلہ کُن جنگ یعنی غزوۂ بدر اسی مہینے میں ہوئی، اسی

مبارک مہینے میں مکہ فتح ہوا۔ اسلام کو ابتدائی غلبہ اسی مہینے میں حاصل ہوا۔ اور اسلام کو مکمل غلبہ بھی اسی مہینے میں حاصل ہوا۔

روزے کی اہمیت

جاوید حکیم خاں کھوکھر، ٹنڈوالہیار

اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک فرض روزہ بھی ہے۔

رمضان آیا اور صبح سے لے کر شام تک تمھارا کھانا پینا بند۔ سحری کے وقت تم کھا پی رہے تھے کہ یکایک اذان ہوئی اور تم نے فوراً ہاتھ روک لیا۔ اس کے بعد ایک دانہ نگل جانا اور ایک قطرہ پانی پی جانا بھی تمھارے نزدیک ناممکن ہے۔ پھر دیکھو خدا نے تمام مسلمانوں پر روزہ ایک ہی مہینے میں فرض کیا ہے، تاکہ سب مل کر روزہ رکھیں۔ اس مہینے میں اچھے لوگ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ بُرے لوگ گناہ کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ امیروں میں غریبوں کی امداد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی آمد کے بعد جتنی نیکیاں کر سکتے ہو تو کرتے چلے جاؤ۔ اگر صدقہ و خیرات کے ذریعے سے جنّت میں پہنچ سکتے ہو تو صدقہ و خیرات کے ذریعے سے پہنچو۔ اگر روزے کے دروازے سے پہنچ سکتے ہو تو روزے کے دروازے کے ذریعے سے پہنچو۔ غرض جنّت میں پہنچنے کے لیے تمام دروازے تمھارے لیے کھلے ہیں۔

اب یہ تمھارا کام ہے کہ خود کو جنّت کے قابل بنا لو۔

رمضان وہ زمانہ ہے جس میں نیکیاں فروغ پاتی ہیں اور شیاطین کی شیطانیت ختم ہو جاتی ہے۔ رمضان نیکی کا موسم ہے۔ جس طرح بارش کا ایک موسم ہوتا ہے اور اس میں ہر چیز نشوونما پاتی ہے۔ اور اسی طرح یہ نیکیوں کا موسم ہے۔ اس میں نیکیوں کے فروغ کے بے شمار مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ اگر کسی نے بغیر کسی عذر کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑا تو اگر وہ تمام عمر کے روزے بھی رکھے تو اس کا بدل نہیں ہو سکتے۔ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے نجات۔

رمضان میں چار چیزوں کی کثرت سے طلب کرو۔
(۱) کلمہ طیبہ کا ورد (۲) استغفر اللہ (۳) جنّت کی طلب (۴) دوزخ سے خلاصی۔ ان چاروں چیزوں کے لیے خوب خدا سے دعائیں کرو۔

رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلا جنّت ہے

اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص روزے دار کا روزہ کھلوائے گا تو وہ گناہوں کی مغفرت اور اس کی گردن کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ جتنا ثواب روزے دار کو ملے گا اتنا ہی ثواب روزہ کھلوانے والے کو بھی ملے گا۔

رمضان ـــــ ایک فصلِ بہار

گل منیر، لانڈھی

رمضان المبارک ایک فصلِ بہار ہے جس میں برائیوں اور فواحش و منکرات کے بہت سے کانٹے ختم ہو جاتے ہیں۔ تقوے کے پھول کھلتے ہیں، نیکیوں کے غنچے

چٹکتے ہیں۔ عبادت کی کلیاں مسکراتی ہیں اور مسلمانوں کے قلب ونگاہ میں ہر طرف بہار ہی بہار نظر آتی ہے اور یہ صرف اس گلستانِ فانی میں ہی نہیں ہوتی بلکہ اس لافانی چمن زار کی آرائش و زیبائش میں بھی بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے، جس کی بہاریں کبھی خزاں آلود نہ ہوں گی، جس کے گلہائے رنگ کبھی بھی نہیں مُرجھائیں گے، جس کی کلیاں سدا تروتازہ رہیں گی، جس کے پھل سدا بہار اور چشمے ہمیشہ رواں دواں رہیں گے۔ رمضان نزولِ قرآن کی سال گرہ کا مبارک مہینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان اور قرآن میں ایک خصوصی ربط ہے۔

رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کی مختلف صورتیں ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی صرف ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ پاکستان بھی رمضان کی ۲۷ ویں تاریخ کو عالمِ وجود میں آیا۔

ذہانت

مسرت حسین راجا، تربیلہ ڈیم

اکبر بادشاہ کے درباریوں نے بادشاہ سے کہا کہ عالی جاہ! آپ ہر سوال بیربل سے ہی پوچھتے ہیں اور جو الجھن بھی پیش آتی ہے آپ بیربل سے مشورہ کرتے ہیں۔ آپ ہم سے کوئی سوال کیوں نہیں کرتے؟ بادشاہ نے کہا کہ وہ تم سب سے ذہین ہے اور بڑے مشکل سوالوں کا آسانی سے جواب دیتا ہے۔ اس پر درباریوں نے کہا کہ آپ ہم سے کوئی سوال تو کریں۔ بادشاہ نے درباریوں سے ایک سوال کیا کہ اس شہر میں کُل کتنے کوّے ہیں؟

سوال سُن کر درباری ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ یہ سوال انتہائی مشکل ہے، اس کا جواب بیربل بھی نہیں دے سکتا۔ بادشاہ نے فوراً بیربل کو بُلوایا اور یہ سوال کیا۔ بیربل نے کہا کہ اس شہر میں چار سو کوّے ہیں۔

اس پر درباریوں نے شور مچایا کہ اگر اس سے زیادہ ہوئے تو؟ بیربل نے کہا کہ اگر چار سو سے زیادہ ہوئے تو وہ کوّے جو زیادہ ہوں گے ہمارے شہر میں

مہمان بن کر آتے ہوں گے۔ درباریوں نے پھر شور مچانا شروع کر دیا کہ اگر کم ہوتے تو؟ اس پر بیربل نے جواب دیا کہ اگر چار سو سے کم ہوتے تو ہمارے شہر کے جو کوّے ہیں وہ کسی دوسری جگہ مہمان بن کر گئے ہوں گے۔ یہ سُن کر درباری خاموش ہو گئے اور بیربل کی ذہانت کو تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اسے انعام و اکرام سے نوازا۔

پیشکان

جاوید زہیر، پیشکان

ضلع گوادر کے مغربی جانب ۳۵ میل سے کم فاصلے پر ایک چھوٹا سا پس ماندہ قصبہ صدیوں سے آباد ہے، جسے حکم رانوں نے پامال کر دیا ہے۔ جی ہاں وہ پیشکان ہے، جس کی آبادی تقریباً آٹھ ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ یہاں کے باشندوں کی اکثریت ماہی گیر ہے۔ کچھ لوگ گاؤں کی ضرورت کے مطابق تجارت بھی کرتے ہیں۔ یہاں کئی دُکانیں ہیں جو بے ترتیب اِدھر اُدھر بکھری پڑی ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا سمندر قریب ہونے کی وجہ سے معتدل رہتی ہے۔ پیشکان اور اس سے ملحقہ کچھ علاقے آج سے ۲۸ سال پہلے سلطنتِ عمان کی مملکت میں شامل تھے۔ ۱۹۵۸ء میں ایک معاہدے کے تحت یہ علاقے پاکستان کے صوبۂ بلوچستان میں شامل کیے گئے۔

اسی بستی کے شمالاً جنوباً پہاڑ ہیں۔ مشرق میں ساحلِ سمندر پھیلا ہوا ہے اور مغرب میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس طرف سے جب بھی تیز ہوا چلتی ہے تو فضا اتنی گرد آلود ہوتی ہے کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔

سڑک: یہاں سے گوادر جانے کے لیے ایک کچّی سڑک ہے، جس کی حالت اتنی خراب ہے کہ گوادر پہنچتے پہنچتے پورے چار گھنٹے راستے میں لگ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ راستے میں دو چھوٹی چھوٹی ندیاں پڑتی ہیں جو بارش کے دنوں میں ہفتوں تک رکاوٹ بن کر آمد و رفت کو منقطع کرتی ہیں۔ اور اس زمانے میں یہاں راشن کی سخت قلّت ہوتی ہے۔

غلّے کا گودام: یہاں غلّے کا گودام نہیں ہے۔ راشن ہر ماہ گوادر ہی سے لانا پڑتا ہے جو عوام الناس کو مہنگا بھی پڑتا ہے۔ یہاں روزانہ دو بسیں آتی جاتی ہیں۔ ایک گوادر سے جیوانی کے لیے اور دوسری جیوانی سے گوادر کے لیے۔

پوسٹ برانچ: یہاں صرف گوادر پوسٹ آفس برانچ ہے، جو پبلک کی عدم توجہی کا شکار ہے۔

ڈسپنسری: یہاں برائے نام ایک ڈسپنسری ہے، جس میں دواؤں کی روز کمی رہتی ہے۔

مڈل اسکول: کہنے کو یہاں ایک مڈل اسکول بھی ہے، مگر اس کی برسوں پرانی عمارت آدھی سے زیادہ ریت میں دفن ہے۔ گندے ماحول اور اساتذہ کی کمی کی وجہ سے طلبہ کی تعلیمی حالت بہت خراب ہے۔

پانی: یہاں آب رسانی کی کوئی سہولت نہیں

ہے۔ صرف چند کچے کنویں ہیں جو آبادی سے ڈیڑھ میل دُور ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہیں۔ بے چاری عورتیں پیدل چل کر وہاں سے پانی لاتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں ان کنوؤں میں پانی کی مقدار بہت کم ہو جاتی ہے، جس سے عوام کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

بجلی: جس کا حکومت گھر گھر پہنچانے کا دعوا کر رہی ہے، لیکن یہ گاؤں تاحال اس نعمت سے محروم ہے۔ غرض یہ بستی حکومت کی عدم توجہی کی وجہ سے نہایت پس ماندہ ہے۔ یہاں کے لوگوں کو ہر مشکل کا سامنا ہے۔ لہٰذا حکومت کو پیشکان کے حالات پر توجہ دینی چاہیے، کیوں کہ یہ بھی پاکستان کا ایک حصّہ ہے۔ یہاں کی چٹانیں اور گزرگاہیں ہمارے لڑکپن کی نشان دہی کرتے ہیں۔ جس طرف بھی جائیں اشکبار گزریں۔ صبر آزما اوقات سے دوچار ہو کر یہی دل کی صدا ہوتی ہے کہ اچھے دن آئیں گے، مگر کب؟

فرض شناس

مرسلہ: محمد خالد احسان، کراچی

نہ چھیڑو مجھے یاد کرنے دو بھائی
کہ ہے کھیلنے سے تو بہتر پڑھائی
یہ بات آج میری سمجھ میں ہے آئی
میرا وقت بے کار کیوں جا رہا ہے
قریب اب ہر امتحاں آ رہا ہے

کئی ماہ بے کار میں نے گزارے
بہت میں نے دیکھے ہیں دل کش نظارے
مجھے کھیل، سیر اور تماشے تھے پیارے
مگر اب یہ اک خوف دھمکا رہا ہے
قریب اب ہر امتحاں آ رہا ہے

میں اب دل لگا کر پڑھوں گا لکھوں گا
خدا چاہے تو اب کے اوّل رہوں گا
جو اوّل رہوں گا تو انعام لوں گا
میرا فرض مجھ کو یہ سمجھا رہا ہے
قریب اب ہر امتحاں آ رہا ہے

زندگی

محمد وسیم جاوید، ملتان

زندگی کیا ہے؟

زندگی ایک پھول ہے جس میں خوش بُو کے ساتھ کانٹے بھی ہیں۔ زندگی ایک آزمائش ہے، ایک امتحان ہے اور اس امتحان میں کام یاب ہونے والوں کے لیے خدا تعالیٰ نے جنّت بناتی ہے۔

کیا زندگی کا یہ مصرف ہے کہ ہم بُرے کام کریں، شرارتیں کریں، لوگوں کو تنگ کریں۔ نہیں بلکہ زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم خداوند تعالیٰ کی عبادت کریں، خدمتِ خلق کریں اور اپنی اس آزمائش میں پورے اُتریں۔

کیا ہم اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ ہم بُرے

کام کریں، تمام برائیاں اپنے اندر سمولیں، شیطانی کام کریں اور اپنے خدا کو بھول جائیں؛ چوری، چغلی، غیبت، لڑائی، حسد، غرور غرض تمام بُرے کام کریں۔ اپنی زندگی کے مقصد کو بُھلا دیں۔ جس نے ہمیں پیدا کیا اُسے بھول جائیں، نماز، روزہ غرض سب کچھ چھوڑ دیں۔

آئیے دوستو آج ہم عہد کریں کہ ہم آئندہ تمام بُرے کاموں سے بچیں گے اور اپنے اس امتحان میں کام یاب ہوں گے جس میں کام یاب ہونے والے جنّت میں داخل ہوں گے۔

علم

مرسلہ: محمد ندیم شیخ، ٹنڈو آدم

علم انسانیت سکھاتا ہے
علم حیوانیت مٹاتا ہے
جس سے روشن دماغ ہو جائے
علم ایسا دیا جلاتا ہے
بَرکات اس کی کیا گنواؤں میں
گندے ماحول سے بچاتا ہے
پورے حالات سارے ملکوں کے
گھر میں بیٹھے ہمیں بتاتا ہے
قدر ہوتی ہے علم والوں کی
پڑھ کے انسان نام پاتا ہے
کام یابی کی منزلوں کا ہمیں
علم ہی راستہ دکھاتا ہے

دوست

عظمیٰ رحمان، روہڑی

یہ صرف چار لفظوں کا مرکب ہے۔ د سے دائمی و سے وفا، س سے سلامت سے تازہ۔ انسان کے بے شمار قریبی لوگ ہوتے ہیں، مگر حقیقتاً صرف ایک سچّا دوست ہوتا ہے۔

وہ انسان خوش قسمت ہے جسے اس نفسا نفسی کے دَور میں کوئی پُرخلوص دوست مل جائے، جو اس کا سچّا خیر خواہ ہو اور بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے بھرپور معاون و مددگار ثابت ہو۔ دوستی وہ معصوم جذبہ ہے جو دو دلوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ دوستی وہ پودا ہے، جسے نہ تیز دھوپ جُھلس سکتی ہے نہ تند ہوا کے جھکڑ اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، لیکن غلط فہمی کا ہلکا سا جھونکا بھی اسے جڑ سے اکھاڑ پھینک سکتا ہے۔ اس لیے غلط فہمی کو اپنے دل میں کبھی بھی قدم نہیں جمانے دینا چاہیے۔ دو دوستوں کے درمیان اکثر بے ضمیر لوگ جُدائیاں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور طرح طرح کی عیب جُوئیاں کرتے ہیں۔ مگر سچّا دوست کبھی بھی ان باتوں پر کان نہیں دھرتا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی دوستی لازوال ہو جائے تو اپنے دوست سے سچّی محبّت کریں۔ ہر دُکھ سکھ میں اس کے کام آئیں اور دوستی کو اس حد تک مضبوط کریں کہ آپ کے دوست کی جیت آپ کی جیت اور اس کی ہار آپ کی ہار ہو۔ اگر دوستی کا پودا صحیح طریقے سے جڑیں پکڑے تو

خواہ کتنے طوفان گزر جائیں یہ اپنی رفتار کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے اور دشمن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت آپ کو آپ کے دوست سے جُدا نہیں کر سکتی۔ بشرطے کہ آپ اپنے دوست سے سچے ہوں۔

اگر نہیں ہے یقین تو آزما کر دیکھ لیں اور جب کبھی آپ کے دوست کو کوئی تکلیف پہنچے ہمیشہ پُرخلوص لفظوں سے اس کی ہمّت افزائی کریں اور اسے یقین دلائیں کہ آپ اس کے ساتھ ہیں۔ وہ کسی بھی معاملے میں اکیلا نہیں ہے۔

صفائی

محمد افضل، ملتان

قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ صاف رہنے کے کئی فائدے ہیں مثلاً صاف ستھرا رہنے والے کو اللہ پسند کرتا ہے، صفائی پسند کو دنیا میں بھی عزت ملتی ہے جو لوگ صاف رہنا پسند کرتے ہیں ان کا دل بھی صاف ہوتا ہے۔ صاف رہنے والوں کا ماحول صاف ستھرا ہوگا تو انسان کی صحت بھی اچھی ہوگی۔ صفائی سے رہنے والوں میں نظم و ضبط ہوتا ہے اور نظم و ضبط ہی انسان کی پہچان ہے۔ ایک طالب علم اس وقت تک طالب علم نہیں کہلا سکتا جب تک اس میں خود اعتمادی پیدا نہ ہو اور علم حاصل کرنے کا شوق و جذبہ نہ ہو۔ ایک اچھا طالب علم کہلانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صفائی کی طرف متوجہ ہو، جو طالب علم صاف رہتا ہو، اس کا دماغ اور صحت اچھی ہوگی اور صفائی پسند بچے پڑھنے لکھنے میں ہوشیار ہوتے ہیں، جس قوم میں پڑھے لکھے زیادہ ہوں گے وہ قوم بہت ترقی کرے گی۔ گندے بچے پڑھ لکھ نہیں سکتے۔ قوم کی ترقی کا دار و مدار علم پر ہوتا ہے، جس قوم کا نظام خراب (یعنی بے علم) ہوگا۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا ملک اچھا برتاؤ نہیں کرے گا اور ترقی یافتہ قوم اس پر غالب آجائے گی اور اس طرح اُن کا نام و نشان تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

ایورسٹ کی فتح

لبنیٰ نور، کراچی

انسان اپنی فطرت سے مجبور ہو کر قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی کوشش کرتا ہے اور اس چیلنج کا مقابلہ کرتا ہے جو اسے روزِ اوّل سے ملا ہے۔ وہ ہر حال میں اس چیلنج کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔ انسان کی یہی خوبی اُسے ترقی دیتی ہے، جیسا کہ سب جانتے ہیں پہلے انسان غاروں میں رہتا تھا اور اب بے حد جدید قسم کے گھروں میں رہتا ہے۔ بہادر لوگ سخت محنت اور جدوجہد کر کے قدرت کے چھپے ہوئے راز دریافت کرتے ہیں، تاکہ اُن سے عام لوگوں کو فائدے پہنچ سکیں۔ وہ اس کوشش میں صحرا پار کرتے ہیں، سمندر کی گہرائی ناپتے ہیں، گھنے جنگلات میں داخل ہوتے ہیں۔ خلا میں راکٹوں کے ذریعہ سے اُڑتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان کوششوں میں اپنی زندگی گنوا بیٹھتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ حوصلہ ہار کر لوٹ آتے ہیں، لیکن بہت سے اپنے ارادے میں اٹل ثابت ہوتے ہیں۔ وہ یا تو اس مقصد

میں کامیابی حاصل کرتے ہیں یا پھر اپنی زندگی کھو بیٹھتے ہیں۔ ایورسٹ دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے، جو انسان کے لیے ایک عرصے تک مستقل چیلنج بنی رہی۔

اس چوٹی کی ۱۸۵۲ء میں پہلی بار اونچائی معلوم ہوئی اور ایک فوجی انجینئر سر جارج ایورسٹ نے اس کی پیمائش کی۔ ۱۹۳۳ء میں اسے ہوسٹن مہم کے دوران طیارہ کے ذریعہ سے تسخیر کیا گیا۔ اُس وقت سے انسان اُسے پیدل سَر کرنے کی سَر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ اس چوٹی کی بلندی ۲۹۰۲۸ فیٹ یا ۸۸۴۸ میٹر ہے۔ دنیا کی اس بلند ترین چوٹی کو جن لوگوں نے سَر کرنے کا فیصلہ کیا انھیں نہیں معلوم تھا کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ یہ پہاڑ تبّت اور نیپال کے درمیان واقع ہے۔ ۱۹۲۰ء تک غیر ملکیوں کو اسے سر کرنے کی اجازت نہیں تھی، لیکن اگلے سال اس کی اجازت مل گئی۔ کوہ پیماؤں (پہاڑ کی چوٹیوں کو سر کرنے والوں) کی ایک پارٹی نے اس مہم پر جانے کا ارادہ کیا اور اُن مشکلات کا مطالعہ کیا جو مہم کے دوران پیش آسکتی تھیں۔ انھوں نے چڑھائی کے لیے ایک مناسب راستے کا انتخاب کیا۔ اس مہم میں حصّہ لینے والے کوہ پیماؤں نے اپنی حفاظت کے لیے بھی مناسب اقدام کیا۔ انھوں نے پہلی چڑھائی کے دوران ۸۲۳۰ میٹر کی بلندی سر کی۔ انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اتنی بلند چوٹی سَر کی گئی۔ دوسری چڑھائی میں کوہ پیما مزید آگے بڑھے، لیکن افسوس کہ وہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے اس لیے کہ برفانی ندی (گلیشر) اور برف کے بڑے بڑے تودوں نے انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس طرح ایورسٹ کو سَر کرنے کی پہلی کوشش ناکام رہی۔ ۱۹۲۴ء میں دوسری بار اس چوٹی کو سَر کرنے کی مہم شروع کی گئی۔ کوہ پیماؤں نے دعوا کیا کہ وہ اس چوٹی کو دوسری دفعہ سَر کریں گے۔ پہلی کوشش میں وہ ۸۵۷۲ میٹر کی بلندی تک پہنچ سکے۔ اس کے بعد انھیں واپس ہونا پڑا، کیوں کہ موسم بے حد خراب ہو چکا تھا اور ٹیم کا قائد عارضی طور پر اندھے پن کا شکار ہو گیا تھا جسے "برفانی اندھاپن" کہا جاتا ہے۔ میلوری (Mallory) اور اروائن (Irvine) نے جو دنیا کے مانے ہوئے کوہ پیما تھے، اس مہم کو فیصلہ کُن بنانے کے لیے ۷ رجون کو دوبارہ چڑھائی شروع کی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا، تاہم لوگ کہتے تھے کہ وہ اس مہم میں اپنی زندگیاں گنوا دیں گے، چناں چہ ایسا ہی ہوا اور وہ لوٹ کر نہ آئے۔

اس واقعے کے بعد ۱۹۳۳ء تک اس مہم کو دوبارہ شروع کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ بہت عرصے کے بعد ایک دفعہ پھر ایورسٹ کو تسخیر کرنے کی مہم شروع ہوئی۔ یہ ایک طویل مہم تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ کب ختم ہو گی۔ نئی نسل کے کوہ پیماؤں نے جدید ترین سائنسی آلات کا انتظام کیا جو اس سے قبل میسر نہیں آئے تھے۔ انھوں نے پچھلی مہموں کے تجربات کی روشنی میں مختلف بلندیوں پر کیمپ قائم کیے۔ چھٹا کیمپ ۸۳۵۰ میٹر کی بلندی

پر قائم کیا گیا۔ یہاں سے چوٹی پر پہنچنے کے لیے نئے کوہ پیماؤں نے دو بار کوششیں کیں۔ انھیں چڑھائی کے دوران سخت مشکلات پیش آئیں اور ان کی کوششیں آخر کار ناکام گئیں اور وہ ۸۵۶۲ میٹر سے زیادہ بلندی تک نہ چڑھ سکے اور پچھلے ۱۷ برسوں کی طرح یہ مہم بھی ناکام رہی۔ ۱۹۵۱ء میں ایک دفعہ پھر مہم شروع کی گئی۔ اس دفعہ نیپال کی طرف سے ایورسٹ کے شمالی حصّے سے چڑھائی کی گئی۔ کوہ پیماؤں نے مشکلات پر قابو پاکر اندازہ لگایا کہ شمال کی طرف سے چڑھنا جنوب کی بہ نسبت زیادہ مشکل نہیں ہے۔ انھوں نے اس مہم میں کم لوگ لیے۔ انھوں نے کیمپ نمبر چھے ۹۰۳۰ میٹر کی بلندی پر قائم کیا۔ انھوں نے وہاں سے دوبار آگے بڑھنے کی کوشش کی، لیکن ایورسٹ کی تیز ہواؤں نے اُن کے قدم روک دیے اور قدرت کے عظیم قلعے نے ایک بار پھر انسان کو شکست دی۔

۱۹۵۳ء میں شروع ہونے والی مہم میں حصّہ لینے والوں کو معلوم تھا کہ ایورسٹ فتح کرنے کے لیے اپنے ساتھ کیا کیا چیزیں لے جانی چاہییں۔ انھیں معلوم تھا کہ زیادہ بلندی پر ہوا نہیں ہوتی ہے جس سے سانس لینے میں دشواری ہو سکتی ہے۔ چناں چہ انھوں نے اس دفعہ آکسی جن اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا، لیکن آکسی جن کے سلنڈروں کے وزن کے ساتھ اتنی بلندی پر چڑھنا آسان نہ تھا۔

۱۹۵۳ء کی مہم کے لیے زیادہ سے زیادہ تیاریاں کی گئی تھیں۔ پچھلی مہموں کے تلخ تجربوں کی بنا پر دن کی روشنی میں سفر کرنا مناسب خیال کیا گیا۔ برف پر آسانی سے چلنے والے جوتے، گرم کپڑے، خیمے، آکسی جن کے سلنڈر، رسیاں، راشن، برف پر کام آنے والی کلہاڑیاں اور دیگر چیزیں بہت غور و فکر کے بعد لی گئیں۔

۲۷ اور ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کے دن بڑے سرد اور جوشیلے تھے۔ کیپٹن ہلاری اور شیرپا تین سنگھ نے مل کر مہم شروع کی۔ انھوں نے پہلا کیمپ ۸۵۰۰ میٹر کی بلندی پر لگایا۔ دوسری صبح انھوں نے اپنا سفر جلدی شروع کیا۔ درجۂ حرارت ۲۷ فارن ہائٹ تھا۔ برف گر رہی تھی اور ہوا بند تھی۔ ان کی کمر پر سامان تھا اور وہ اسی حالت میں سفر کر رہے تھے۔ شیرپا تین سنگھ برف پر چلنے میں رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ جب تھک جاتا تو ہلاری رہنمائی کرتے۔ زیادہ تر سفر نہایت خطرناک تھا۔ وہ اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر ایورسٹ کو سَر کر رہے تھے۔ آخر کار یہ مہم ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو ۱۱ بج کر ۳۰ منٹ پر اختتام پذیر ہوئی۔ اور انھوں نے ایورسٹ کی چوٹی تسخیر کر لی۔ ۳۰ سال سے جسے سَر کرنے کی کوشش میں لاتعداد جانیں ضائع ہو چکی تھیں، وہ چوٹی فتح ہو چکی تھی۔ دنیا کی عظیم الشان چوٹی ایورسٹ کے ہیرو ہلاری اور شیرپا تین سنگھ ہیں۔ یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان اگر ارادہ کرلے تو وہ کام یاب ضرور ہوتا ہے۔

تتلی

مرسلہ: زاہد اقبال، کراچی

تتلی پیاری تتلی ہے
پھرتی کیاری کیاری ہے
ڈالی ڈالی گھر یہ بنائے
ناچے جھومے اور یہ گائے
تتلی پیاری تتلی ہے
ہر گُل پر ہے اس کا راج
پر ہیں اس کے سنہری تاج
تتلی پیاری تتلی ہے
پھولوں کو جب راگ سنائے
جھوم جھوم کر گُل یہ گائے
تتلی پیاری تتلی ہے
رنگ برنگے پر ہیں اس کے
نیلے، پیلے، کالے، چتلے
تتلی پیاری تتلی ہے

اوٹ پٹانگ خبریں

شہر بانو احمد، کراچی

ایک اہم خبر

آج شہر کی تمام منی بسوں نے ایک دم ہڑتال کردی، جس کے نتیجے میں سب لوگ وقت پر آفس پہنچ گئے اور ان کے افسران کو ڈانٹ نہیں سکے۔

تصادم

آج صبح ہی صبح ایک مکھی اور مچھر کا بڑا زبردست تصادم ہوا، جس کے نتیجے میں مچھر کو شدید چوٹیں آئیں اور مچھر کا ایک بازو اور دو ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ اس کے برعکس مکھی کو کوئی خاص چوٹ نہیں آئی۔ بس صرف ناک پچک گئی۔

کھیلوں کی خبریں

آج ہاتھیوں اور گینڈوں کے درمیان فٹ بال کا سیمی فائنل ٹورنامنٹ کھیلا گیا۔ ابھی کھیل شروع ہوئے پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ گینڈوں کی ٹیم نے ہاتھیوں کی ٹیم کے کپتان چنّو کی ناک پر گیند مار کر ناک آؤٹ کر دیا، جس کی وجہ سے کھیل فوری طور پر ختم کر دیا گیا اور گینڈوں کی ٹیم کو کامیاب قرار دیا گیا۔

علم بڑی دولت ہے

رمضان علی، کراچی

علم ایک لازوال دولت ہے۔ علم حاصل کرنے سے انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کو پہچانتا ہے۔ اخلاق کو سنوارتا ہے اور اچھے کام کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ جس طرح ساری مخلوق میں انسان بہترین مخلوق ہے اسی طرح مسلمانوں میں علم حاصل کرنے والا آدمی بہترین انسان ہے۔ گویا علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی۔ جسے علم کی روشنی حاصل ہے وہ نیکی اور عمل کی راہیں دیکھ سکتا ہے اور جاہل شخص اندھیروں میں بھٹکتا ہے۔ علم کے

ساتھ ساتھ عمل بھی ہو تو برکت ہی برکت ہے۔ قرآن پاک میں لکھا ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ بچپن سے بڑھاپے تک علم حاصل کرتے رہو۔ جیسے جیسے بچّہ ہوش سنبھالتا ہے اپنے ماں باپ سے اچھی باتیں سیکھنے لگتا ہے۔ پھر وہ اسکول میں داخل ہو کر لکھنا پڑھنا سیکھتا ہے۔ ساری عمر کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے اور روز بہ روز اس کے علم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہمارے پیارے نبیؐ کو طالب علموں سے بہت پیار تھا۔ آپؐ نے مسجد نبوی میں کچھ لوگوں کو تعلیم کے لیے مستقل طور پر رکھا۔ ان لوگوں کو اصحابِ صفّہ کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے جب تک وہ واپس گھر نہیں آتا گویا وہ خدا کی راہ میں ہے۔ جو شخص علم حاصل کرنے کا راستہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ جس کے پاس دولت ہو اور وہ اسے ضرورت مند لوگوں میں خرچ کرے تو اسے سخی کہتے ہیں۔ علم حاصل کرنے والا بھی سخی ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور پھر اس کو لوگوں میں پھیلایا۔ علم کی سخاوت کا رُتبہ دولت کی سخاوت سے بڑا ہوتا ہے۔ مال دولت کو تو چور چُرا سکتا ہے، لیکن علم کو کوئی نہیں چُرا سکتا۔

الّو کی یاد میں

مرسلہ: سیما عشرت، کراچی

سات سمندر پار سے
دلّی کے بازار سے
اچھی سی ایک گڑیا لانا
گڑیا چاہے مت لانا
پپا جلدی لوٹ آنا
پپا جلدی لوٹ آنا

جانوروں کا فیصلہ

فہیم صدیقی، کراچی

بہت عرصے پہلے کی بات ہے کہ ایک جنگل میں ایک بہت ہی انصاف پسند بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس جنگل میں تمام جانور سُکھ اور چین سے رہتے تھے۔ ایک دن جنگل کے بادشاہ شیر کو خیال آیا کہ اس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُس کی رعایا خوش ہے کہ نہیں، لہٰذا اُس نے اعلان کرا دیا کہ فلاں تاریخ کو وہ تمام جانور جن کو کوئی بھی شکایت ہو بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر بتائیں، بادشاہ سلامت انصاف فرمائیں گے۔ مقررہ تاریخ کو بہت سے جانور بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے اُلّو (جسے تمام جانوروں نے اپنا لیڈر بنایا تھا) دربار میں پیش ہوا۔ بادشاہ نے اُلّو سے کہا:

"بتا اُلو! تجھ کو ہماری حکومت سے کیا شکایت ہے؟"

اور اُلّو اس طرح مخاطب ہوا:

"حضور! جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔"

"اجازت ہے۔" شیر نے کہا۔

میرا نام اُلّو ہے، مگر میرا یہ نام جانوروں میں

جہاں عقل و دانائی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے وہاں انسان میں یہ نام بالکل بدنام ہے، مگر صرف میرا ہی نام بدنام نہیں ہے، بلکہ گدھے، کتّے، بھینس، لومڑی، گیدڑ، بندر اور چوہے کو بھی انسان ایسی ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

"مگر ان تمام جانوروں نے تو مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی؟" بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

بجا فرمایا حضور والا، اُلّو آنکھیں گھماتا ہوا بولا۔ اس ناچیز کو تمام جانوروں نے اپنا لیڈر بنا کر بھیجا ہے، چوں کہ میں جانوروں میں عقل مند مشہور ہوں، مگر جب سے انسان کے منہ سے اپنے نام کو اس طرح بدنام ہوتا دیکھا ہے، دل چاہتا ہے کہ خون کے آنسو روؤں۔

حوصلہ رکھو اُلّو! وہ واقعہ بیان کرو جس سے تمھارے دل کو ٹھیس پہنچی ہے۔ شیر نے گرجتے ہوئے کہا۔

جناب! سردیوں کی ایک سرد رات تھی۔ سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ میں واپس گھر جا رہا تھا، مگر سردی سے کانپتا جاتا تھا اور کچھ تھکن بھی تھی۔ تھوڑی دیر آرام کی غرض سے ایک روشن دان میں بیٹھ گیا۔ اندر کوئی دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ پہلا آدمی بولا:

"عبدل، یہ ہے کپڑا، اس کا کوٹ کاٹنا ہے، خیال رہے یہ سیٹھ صاحب کا کپڑا ہے۔ بالکل صحیح کٹنا چاہیے۔ سمجھ گیا؟"

"سمجھ گیا استاد۔" عبدل کی آواز آئی۔

میں تھکا ہوا تو تھا ہی تھوڑی دیر کو آنکھ لگ گئی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ کسی کے چیخنے کی آواز آئی اور میں اُچھل کر بیٹھ گیا۔ استاد کہہ رہا تھا:

"ابے اُلّو! تُو نے یہ کوٹ کاٹا ہے۔ سارے کپڑے کا ستیاناس کر دیا۔"

سچ کہتا ہوں جناب! ڈر ہی تو گیا تھا کہ کیا یہ آدمی مجھ سے مخاطب ہے۔ اگرچہ اُس کا منہ عبدل کی طرف تھا مگر نام تو وہ میرا ہی لیتا تھا، مگر میں نے کون سا کوٹ کاٹا تھا۔ میں غور سے ان کی باتیں سننے لگا۔ عبدل معافی مانگ رہا تھا۔ مگر استاد کہہ رہا تھا:

"اُلّو، اب معافی مانگنے سے کیا ہوتا ہے، اب اس کے پیسے کیا تُو دے گا۔ کسی کام کا نہیں ہے تُو۔ نالائق، احمق، بے وقوف، اُلّو ......" استاد بولے جا رہا تھا، مگر مجھ میں برداشت کی ہمّت نہ تھی، فوراً گھر پہنچا۔ بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ رونے لگی۔ خود میری

یہ حالت تھی کہ دن بھر نیند نہ آتی۔ بیدار ہو کر تمام جانوروں کو یہ بات بتائی تو معلوم ہوا کہ میرے علاوہ دوسرے بہت سے جانوروں کا نام بھی اس طرح بدنام ہوتا ہے، لہٰذا انھوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اب آپ ہی کوئی انصاف کیجیے۔ اُلّو نے التجا کرتے ہوئے کہا۔

پھر بادشاہ نے کچھ سوچا اور اُلّو کے ساتھیوں کو بھی دربار میں بُلا لیا اور اپنی تقریر اس طرح شروع کری:

میرے دوستو! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انسان آپ لوگوں کے ناموں کو مختلف طریقے سے بدنام کرتا ہے۔ مثلاً اُلّو اور گدھے کو بے وقوفی میں، لومڑی کو چالاکی میں، گیدڑ اور چوہے کو بزدلی میں، کتّے اور بندر کو بدصورتی میں، بھینس کو موٹاپے میں، مگر ہم سب جانتے ہیں کہ شکل و صورت اور جسامت وغیرہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، جن پر کسی کا اختیار نہیں ہے، مگر انسان جتنی ذلّت سے یہ نام استعمال کرتا ہے اُس کی کوئی حد نہیں ہے۔ لہٰذا آج میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج کے بعد جنگل کے ہر بزدل، بدصورت اور بے وقوف جانور کو انسان کہا جائے گا۔"

اور تمام جانور اس انصاف سے خوش ہو کر گھر چلے گئے۔ گھر پہنچ کر اُلّو کے بیٹے نے پوچھا: "ڈیڈی، آپ بہت خوش ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"چُپ رہ انسان کے بچّے!" اُلّو نے اپنے بیٹے کو پیار سے چپت لگاتے ہوئے کہا۔ دوسرے دن اُس نے یہ واقعہ تمام جانوروں کو سُنایا تو تمام جانور بہت خوش ہوئے، انسان کے خلاف اپنی فتح پر۔

مختلف ملکوں کے دارالخلافے

راؤ ذوالفقار علی معور، ٹھٹھی کورٹ

- ★ پاکستان کا دارالخلافہ اسلام آباد ہے۔
- ★ ہندُستان کا دارالخلافہ دہلی ہے۔
- ★ چین کا دارالخلافہ بیجنگ ہے۔
- ★ روس کا دارالخلافہ ماسکو ہے۔
- ★ ایران کا دارالخلافہ تہران ہے۔
- ★ عراق کا دارالخلافہ بغداد ہے۔
- ★ مصر کا دارالخلافہ قاہرہ ہے۔
- ★ جاپان کا دارالخلافہ ٹوکیو ہے۔
- ★ امریکا کا دارالخلافہ نیویارک ہے۔
- ★ فرانس کا دارالخلافہ پیرس ہے۔
- ★ انگلستان کا دارالخلافہ لندن ہے۔
- ★ بنگلہ دیش کا دارالخلافہ ڈھاکا ہے۔
- ★ سعودی عرب کا دارالخلافہ ریاض ہے۔
- ★ افغانستان کا دارالخلافہ کابل ہے۔

جون کے اہم واقعات

اشتیاق علی، مردان

- ★ یکم جون ۱۸۹۶ء میں مارکونی نے وائرلیس ایجاد کیا

★ ۲۔جون ۱۹۵۳ء ملکہ الزبتھ دوئم کی جشن تاج پوشی ہوئی۔

★ ۳۔جون ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا۔

★ ۴۔جون ۱۸۷۶ء کو ترکی کے سلطان عبدالعزیز کا قتل ہوا۔

★ ۵۔جون ۱۹۶۷ء کو دوسری اسرائیل جنگ چھڑی۔

★ ۶۔جون ۱۹۶۸ء کو امریکا کے رابرٹ کینیڈی کا انتقال ہوا۔

★ ۷۔جون ۱۹۷۱ء میں پاکستان میں پانچ سو رُپے کے نوٹوں کو ختم اور منسوخ کر دیا گیا۔

★ ۸۔جون ۱۴۹۴ء میں ظہیر الدین بابر تخت پر بیٹھا۔

★ ۹۔جون ۱۸۷۰ء میں مشہور شخصیت چارلس ڈکنس کا انتقال ہوا۔

★ ۱۰۔جون ۱۹۳۲ء میں امیر امان اللہ خان افغانستان کے بادشاہ بنے۔

★ ۱۱۔جون ۱۹۰۳ء کو سربیا کے بادشاہ اور ملکہ کا قتل ہوا۔

★ ۱۲۔جون ۱۸۵۰ء میں رابرٹ اسٹونین پیدا ہوا۔

★ ۱۳۔جون ۱۸۷۸ء کو معاہدۂ برلن پر دستخط ہوئے۔

★ ۱۴۔جون ۱۷۷۷ء میں امریکا کا پرچم بنایا اور لہرایا گیا۔

★ ۱۵۔جون ۱۲۱۵ء میں میگنا کارٹا پر دستخط ہوئے۔

★ ۱۶۔جون ۱۸۸۰ء کو برلن کانفرنس شروع ہوئی۔

★ ۱۷۔جون ۱۹۴۹ء کو آئر لینڈ جمہوریہ بنا۔

★ ۱۸۔جون ۱۸۱۵ء کو نپولین کو واٹرلو کے میدان میں شکست ہوئی۔

★ ۱۹۔جون ۱۹۶۱ء کو کویت آزاد ہوا۔

★ ۲۰۔جون ۱۹۷۱ء میں انڈونیشیا کے سابق سوئیکارنو کا انتقال ہوا۔

★ ۲۱۔جون ۱۸۴۳ء کو رائل کالج آف سرجری (آر۔سی۔ایس) کا قیام عمل میں آیا۔

★ ۲۳۔جون ۱۷۵۷ء کو جنگ پلاسی ہوئی۔

★ ۲۴۔جون ۱۳۱۷ء کو جبل الطارق پر انگریزوں کا حملہ ہوا۔

★ ۲۵۔جون کو بہادر یار جنگ نے وفات پائی۔

★ ۲۶۔جون ۱۵۳۹ء میں چوسہ کی لڑائی ہوئی۔

★ ۲۷۔جون ۱۸۸۰ء میں مشہور رفاہی خاتون کارکن ہیلن کیلر پیدا ہوئی۔

★ ۲۸۔جون ۱۹۱۹ء کو معاہدہ ورسیلز ہوا۔

★ ۲۹۔جون ۱۹۷۲ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان مذاکرات ہوئے۔

★ ۳۰۔جون ۱۹۵۶ء میں فرانس ورلڈ ایئر لائنز کا طیارہ گر کر تباہ ہو گیا۔ ۱۲۸ افراد ہلاک ہوئے۔

فضائل درود شریف

محمد علی حبیب، کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

★ قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہو گا جو مجھ پر بہت زیادہ درود پڑھتا ہو گا۔" (ترمذی)

★ جس کے سامنے میرا ذکر آئے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے۔ (نسائی)

★ درود پڑھا کرو مجھ پر، تمھارا درود مجھ پر پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔ (نسائی)

★ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوں اور اس کے دس درجے بڑھیں اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ (نسائی)

★ جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار قیامت کے روز اس کے لیے میری شفاعت ہو گی۔

★ حضرت علیؓ مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ تمام دعائیں رُکی رہتی ہیں جب تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کی آل پر درود نہ پڑھو۔

★ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان رُکی رہتی ہے اور نہیں جاتی جب تک کہ اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھو۔ (ترمذی)

جلد بازی کا چھناکا

غزالہ ثنا، کراچی

بعض بچے بڑے صحت مند ہوتے ہیں، مگر نہ جانے یہ کوئی نفسیاتی بیماری ہے یا اسے الرجی کا نام دیا جائے۔ ادھر ہاتھ میں شیشے یا چینی کا کوئی برتن آیا اور وہ ہاتھ سے چھوٹ کر چھناکے کی آواز دے گیا۔ اب آپ اندازہ کر لیجیے کہ امی یا ابو یا گھر کا کوئی بڑا اس چھناکے کی آواز سنتے ہی کیوں نہیں چونکے گا۔ بس کچھ یہی حال ہمارے ماموں جان کا ہے۔ امی یا ابو سے تو خیر کبھی کبھار ہم بچ بھی جاتے ہیں، لیکن ماموں جان سے تو جھوٹ بول کر بھی نہیں بچا جا سکتا۔ وہ تو بے بات کے بھی ادھر گھر میں گھسے اُدھر انھوں نے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ ویسے ہی اُن کی آمد سے ہول اُٹھتا رہتا ہے اور اگر خدانخواستہ ہم اپنی کسی غلطی کو چھپانے کے لیے جھوٹ بول جائیں تو دُہری مار کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ ایک دن ماموں جان آگئے اور دروازے سے ہی چیخ کر کہنے لگے، ارے بھئی غزالہ، آج تو ہم تمھارے

ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پئیں گے اور سُنا ہے تمھاری امی جمعہ بازار سے کانچ کی پیالیاں خرید کر لائی ہیں، اور وہ بھی اُس اسٹال سے جہاں لوگ لٹ کر آتے ہیں، یعنی ٹی سیٹ لینے جاؤ تو پانی کا جگ اور گلاس لینے کو جی چاہ جاتا ہے اور اگر ڈنر سیٹ استعمال رہا ہو تو منہ میں پانی آجاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ کئی سو کے پھیر میں آکر خریدار کا بھُرکس نکل جاتا ہے۔ بہرحال ماموں جان نے جس وقت یہ نادر شاہی حکم دیا تو ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ کیتلی کے لیے ہاتھ بڑھایا تو چائے کا مرتبان ہاتھ میں آگیا اور ماچس کی طرف لپکے تو سر پر ٹوکری آن گری۔ اللہ اللہ کر کے چائے بنی اور شیشے کی نئی پیالیوں میں اسے جب کیتلی سے انڈیلا تو ایک تڑاخے کے ساتھ دو پیالیاں چٹخ گئیں اور یہی چٹخ ہماری دُرگت خراب کر گئی اور ماموں جان نے صرف ڈانٹا ہی تھا سر پر امی جان کا وہ دُہتڑ پڑا کہ بس کلیجا ہی نکل گیا۔

بزرگوں نے ٹھیک ہی تو کہا ہے کہ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ گھر کا نقصان تو الگ ہوا اور پٹائی الگ ہوئی۔

اب ہم نے کان پکڑا اور عہد کر لیا کہ ماموں جان جب آئیں گے ہم دَم سادھے پڑے رہیں گے، امّی جانیں جائیں اور ان کا کام جانے۔ ہم سے کوئی مطلب نہیں۔

بچّے

مرسلہ: لطیف ارمان، کراچی

میرے وطن کے سارے بچّے
جیسے چاند ستارے بچّے
عظمت و رفعت اپنے وطن کی
مستقبل کے سہارے بچّے
دشمن کے ہر بند کے آگے
طوفانوں کے دھارے بچّے
اپنے وطن کی آن کی خاطر
جان بھی دے دیں پیارے بچّے
صبح سویرے مکتب جائیں
ماں کے راج دُلارے بچّے
علم و عمل کے اک پیکر ہیں
حوصلہ مند ہمارے بچّے
دل میں خوش بُو جیسے ارماں
رکھتے ہیں سب پیارے بچّے

محنت کی عظمت

رفیق احمد، شاہ فیصل کالونی

یوں تو دنیا میں روزی کمانے کے کئی ذریعے اختیار کیے جاتے ہیں اور ہر طریقے سے روزی حاصل کی جاتی ہے مگر جو برکت محنت کی روزی میں ہوتی ہے وہ شاید ہی کسی اور چیز میں ہو۔ محنت سے روزی

کمانے والا اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔ خود ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنی محنتی خدا کا دوست ہے۔

اسلام یہ نہیں پسند کرتا کہ کوئی انسان محنت کیے بغیر زندگی گزارے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنی بساط کے مطابق محنت کرے اور اپنے اہل و عیال کے لیے روزی کمائے۔ محنت کے بغیر دنیا میں کوئی راحت نہیں۔ محنت کرنے والا آدمی فقیر نہیں ہو گا اور نہ اُسے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پڑے گا۔ اللہ کے بندوں کے آگے شرمندگی محسوس نہیں ہو گی۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سخت محنت کے عادی تھے۔ جب مدینہ میں مسجدِ نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی اور صحابۂ کرامؓ بڑی بڑی اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے تو حضورؐ بنیاد میں کھڑے اینٹیں بچھا رہے تھے۔ لوگوں کے منع کرنے پر آپؐ نے فرمایا کہ میں بھی تمھارے ساتھ شریک ہوں۔

دورِ نبوّت میں بہت سے غریب لوگ جن میں صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے دن بھر محنت کرتے، لکڑیاں کاٹتے، انھیں شہر میں بیچ کر رزقِ حلال حاصل کرتے۔ اور شام کے وقت تعلیم قرآن حضورؐ سے حاصل کرتے۔ تعلیم پانے کے بعد یہی لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ کوئی گورنر بنا، کوئی مفسرِ قرآن، کوئی قاضی، کوئی مُبلّغِ دین، کوئی مؤذن اور کوئی خطیب بنا۔ یہ سب محنت کا نتیجہ تھا۔ غرض یہ سب کامیابی انھیں محنت کے بَل بوتے پر حاصل ہوئی۔

بہادر لڑکا

قمرالدین میرانی

آپ نے بہادری کے بہت سے قصّے سنے ہوں گے۔ آج ہم آپ کو ضلع لاڑکانہ کے ایک بہادر لڑکے کا قصّہ سناتے ہیں۔ اس لڑکے کا نام شمس الدین تھا۔ وہ جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ بکریاں چراتے چراتے ریل کی پٹڑی تک چلا گیا۔ اُس نے دیکھا کہ پٹڑی ایک جگہ سے اُکھڑی ہوئی ہے۔ اُس نے سوچا، اگر ریل گاڑی یہاں سے گزری تو گر جائے گی اور بہت نقصان ہو گا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اُسے سامنے سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی۔ وہ فوراً پٹڑیوں کے بیچ میں کھڑا ہو گیا۔ اپنی قمیض کو اُتار کر ہاتھ میں لے لی اور اسے ہلا ہلا کر ریل گاڑی روکنے کا اشارہ کرنے لگا۔

ڈرائیور نے اس لڑکے کا اشارہ دیکھا تو گاڑی روک لی۔ شمس اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ ڈرائیور اور گارڈ نے گاڑی سے اُتر کر دیکھا کہ آگے ریل کی پٹڑی اُکھڑی ہوئی ہے۔ انھوں نے اس کارنامے پر اسے بہت شاباش دی۔

حکومتِ پاکستان نے اس بارہ سال کے لڑکے کی ذہانت اور جرأت کی قدر کرتے ہوئے ایک ہزار روپے انعام دیے۔

بزمِ نونہال

✿ نونہال ایک معلوماتی رسالہ ہے۔ اس لیے میں اسے شوق سے پڑھتا ہوں۔ اپریل ۸۵ء کے نونہال میں تحفے کے کالم میں مراسلہ "خدا کی آواز" شیکسپیئر کا نہیں لکھا ہوا ہے بلکہ لوئیس آئی نیومین کا تحریر کردہ ہے۔ انگریزی کی دسویں کلاس کی کتاب ۲ میں صفحہ ۱ میں یہ نظم تحریر ہے۔ جس کا عنوان ہے دی وائس اوف گاڈ۔ اسی کے ترجمہ میں لفظ اب بھی زیادہ اور غلط ہے، کیوں کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا پہلے لوگوں کے درمیان نہیں تھا بلکہ صرف اب ہے۔

(۱) قاسم علی خان (۲) منور سلطان اور (۳) محمد حنیف، کراچی

> آپ تینوں کا شکریہ۔ یقین ہے کہ تمام نونہال اصلاح کر لیں گے۔

✿ میں نے ایک کہانی "بادشاہ، ماموں اور بھانجا" کے نام سے لکھی تھی۔ میں نے کہانی لکھ کر اپنے دوست سے تصحیح کرانے کے لیے دی، لیکن میرے دوست نے کہانی اپنے نام سے یعنی ارشد اعوان، سلطان آباد منسوب کر کے آپ کو روانہ کر دی۔

نیاز محمد سلطان آباد

> راشد میاں نے ایسا کیا تو بُرا کیا۔

✿ اپریل کے نونہال میں نظم "کام" پڑھی تو بڑا افسوس ہوا، کیوں کہ عزیز احمد راجپوت نے یہ نظم آٹھویں کلاس کی اردو کی کتاب سے نقل کی ہے۔ یہ نظم تلوک چند محروم کی ہے۔ اور اپریل ہی کے رسالے میں نظم "چاند کی پریاں"، بھی کے جی (انگلش اسکول) کلاس کی اردو کی کتاب سے نقل شدہ ہے اور یہ کام سلمٰی کا ہے۔

شفیق الرحمٰن گندر، لطیف آباد

عبدالصمد، حیدر آباد، فرح ناز، کراچی

✿ اپریل ۱۹۸۵ء کا نونہال بہت پسند آیا۔ میری طرف سے اتنے اچھے رسالے پر مبارک باد قبول کیجیے۔ امید ہے ہر ماہ آپ ایسے ہی رسالے شائع کریں گے۔ آپ کے لیے ایک خوش خبری ہیں نے ساتویں کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیا ہے۔ میں ایک کہانی، لطیفہ اور تصویر بھیج رہی ہوں۔ نازیہ محفوظ، کراچی

> کہانی نمبر آنے پر چھپ جائے گی۔

✿ جاگو جگاؤ اور خیال کے پھول بہت پسند آئے۔ "بھاپ کا جادو"، بہت معلوماتی مضمون ہے۔ اسد رضوی کی شطرنج میں کامیابیوں نے بہت متاثر کیا۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ روس میں جو بچّے حساب میں کم زور ہوتے ہیں انھیں چپس کھلایا جاتا ہے جس سے وہ حساب میں کافی ذہین ہو جاتے ہیں۔ کیا ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہو سکتا؟

عفیفہ فرح کی نظم "زندگی"، پڑھ کر مزہ دوبالا ہو گیا، کیوں کہ آج موسم بہار کی پہلی بارش ہوئی ہے۔ مسلمہ روح صبا، کراچی

> آپ کی تجویزیں جگہ کی کمی کی وجہ سے شائع نہیں کی جا سکتیں، لیکن ممکن ہوا تو ان پر عمل کرنے کی کوشش ہو گی۔

✿ کیا آپ کراچی سے باہر کے علاقوں میں رہنے والے نونہالوں کو بھی بُلائیں گے؟ حامد اللہ افسر کا معلوماتی مضمون بھاپ کا جادو پسند آیا۔ کہانیوں میں دو دوست، مجھے چاند لا دو، چالاک خرگوش اور فیس کے لیے پسند آئیں۔ کیا چالاک خرگوش کی قسط وار کہانی جلد ہی ختم ہوتی ہے، کیوں کہ پہلی قسط اگست میں شروع ہوئی تھی اور آخری اپریل میں ہی آ گئی، کیوں کہ پہلے تو مئی ۸۵ء سے مئی ۸۵ء تک یہ کہانی شائع ہوتی رہی ہے۔ خاص نمبر کے لیے کوئی چیز کتنے عرصے پہلے بھیجیں؟ میں اس مرتبہ ایک حسابی مضمون بھیج رہا ہوں۔

سید محمد عترت کاظمی، ملتان

> ہاں فی الحال صرف کراچی میں یہ پروگرام ہو سکے گا۔ تمھارا مضمون شائع ہو جائے گا۔ خاص نمبر کے لیے بس اب وقت آ گیا ہے۔

❁ ویسے تو میں نے بار بار رسالے پڑھے، مگر نونہال کو سب سے اچھا پایا۔ جناب حکیم محمد سعید کی پیاری پیاری باتیں بہت پسند آئیں۔ جناب مسعود احمد برکاتی کی باتیں بھی بہت اچھی لگیں۔

صفیہ کنول درانی، پرانا سکھر

❁ اپریل کا نونہال بہت ہی عمدہ تھا۔ خاص طور پر جاگو جگاؤ اور تحفے بہت ہی پسند آئے۔ ندیم محمد خان، کورنگی

❁ میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ ایسے ملک میں پیدا ہوئی ہوں جہاں کے بچّوں اور نونہالوں سے بہت محبّت کی جاتی ہے۔ ہمارا ملک کتنا خوش نصیب ہے کہ جس میں آپ جیسی نامور شخصیت موجود ہے۔ آپ ہی لوگوں کی کوششوں سے ملک کے کروڑوں نونہال آپ کا رسالہ پڑھ کر اپنی ذہنی صلاحیتیں بڑھاتے ہیں۔

حسنہ جبین، کراچی

❁ میں نونہال باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ جنوری ۱۹۸۰ء سے لے کر اب تک میرے پاس نونہال کے شمارے ہیں۔ میں نے ۱۹۸۰ء سے اتنی تحریریں، خط اور نظمیں بھیجیں، مگر آپ کو کیا خیال کہ کتنی آرزوؤں اور امنگوں سے میں اور میرے نونہال پڑھنے والے ساتھی تحریریں بھیجتے ہیں، مگر آپ اُسے ردّی کی ٹوکری کی نظر کر دیتے ہیں۔ کامران شاہد، کراچی

> مجھے خوشی ہے کہ تم ہمدرد نونہال کو سلیقے سے سنبھال کر رکھتے ہو اور افسوس کہ تمھاری تحریریں نہیں چھپ سکیں۔ تمھارے لطیفے پرانے ہیں۔ محنت کر کے کوئی چیز لکھو اور جلدی نہ کرو۔ ایک نہ ایک دن تمھاری تحریر بھی شائع ہو جا گی۔

❁ رسالے کا معیار دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ جاگو جگاؤ تو اس مرتبہ بہت ہی بہترین تھا۔ جناب حکیم محمد سعید صاحب کی دعائیں ہم سب شامل ہوتے ہیں۔ سید محمد سہیل ہاشمی، کراچی

❁ ہمدرد نونہال میں علمی اور معلوماتی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ انھی معلوماتی اور علمی مضامین کی وجہ سے میں نونہال کو دوسرے رسالوں سے ترجیح دیتا ہوں۔

پرکاش کمار پروانہ، شہداد کوٹ

❁ آپ یہ لطیفے بند کر دیجیے۔ پڑھ کر ہنسی کے بجائے غصّہ آتا ہے کہ کیسے ایک ہی طرح کے لطیفے ہر بار بھیجتے ہیں اور خوش قسمتی تو دیکھیے ان کی ہر دفعہ ہی ایسے بوگس لطیفے چھپ بھی جاتے ہیں۔ مارچ کے شمارے کا پہلا لطیفہ اتنا پڑھا ہے کہ لطیفے کے بجائے اب وہ ایک نصیحت بن گئی ہے۔ اب تو لطیفوں کے ساتھ یہ والا معاملہ ہے کہ "میں فقط ایک ہی تصویر کہاں تک دیکھوں"! شمیم عبداللہ، کراچی

❁ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بہت ہی اچھا تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ چالاک خرگوش کی جگہ کوئی دوسری سلسلے وار کہانی اسی طرح پیش کریں گے۔ کوپن علمی تحفہ میں باقاعدگی سے جمع کر رہا ہوں مگر میرا فروری کا کوپن کھو گیا ہے لہٰذا آپ مجھے کوئی تجویز بتائیں کہ جس میں کوپن پورے جمع کر سکوں۔

خالد خان، لطیف آباد

> کتاب کا تحفہ حاصل کرنے کے لیے کُل بارہ کوپن چاہییں چاہے وہ کسی مہینے کے ہوں۔ آپ کھوئے ہوئے کوپن کی جگہ کسی اور مہینے کے دو کوپن حاصل کر لیں یا کسی دوست سے لے لیں۔

❁ چالاک خرگوش کی آخری قسط دیکھ کر بہت افسوس ہوا، مگر کوئی بات نہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ پھر کوئی مزے دار سیریز شروع کر دیں گے۔ سہیل آرائیں، حیدر آباد

❁ جناب حکیم محمد سعید کے جاگو جگاؤ میں میٹھی باتوں کا کافی اثر ہوا۔ خیال کے پھول، تحفے، کہانیوں میں فیس کے لیے، مجھے چاند لا دو، بدلا اور دو دوست بہت پسند آئیں۔ لطیفے، نظمیں وغیرہ بھی اچھی تھیں۔ شہر بانو، شیبا، یاسمین، رحیم الدین، حیدر آباد

❁ ہمارے گھر میں نونہال اُس وقت سے آ رہا ہے جب میں خود بھی نونہالوں میں شامل ہوتی تھی۔ اب تو بڑی ہو گئی ہوں۔ پھر بھی بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ تمام کہانیاں بہت معیاری ہوتی ہیں۔ سائرہ حیدر اعوان، ملتان

❁ خاص طور پر بدلا، دو دوست، مجھے چاند لا دو اور جاگو جگاؤ اپنی مثال آپ تھے۔ محمد علی صابر بلوچ، محمد خالد عارف بلوچ، گوادر

❁ کہانیاں لاجواب تھیں۔ میں نونہال کو اتنے شوق سے پڑھتا ہوں کہ پورا مہینہ اس کے انتظار میں گزرتا ہے۔ اگر میں اپنی تصویر

صحت مند نونہال میں بھیجوں تو کیا آپ شائع کریں گے؟

محمد فہیم، کراچی

> اگر آپ کی عمر دس سال سے زیادہ نہیں ہے تو صحت مند نونہال میں آپ کی تصویر چھپ سکتی ہے۔

۞ ایک اسلامی صفحہ بھی شروع کر دیں جس میں پیغمبروں کے بارے میں معلومات درج ہو۔ ریحانہ رجب علی، کراچی

۞ چالاک خرگوش، مجھے چاند لا دو اور جناب حکیم محمد سعید کا لکھا ہوا جاگو جگاؤ بہت ہی پسند آیا۔ روزینہ جبیں، ٹنڈوالہ یار

۞ تقریباً ہر چیز معیاری اور سبق آموز تھی۔ اگر میں سرورق کے لیے اپنی تین سالہ بھانجی کی تصویر (رنگین) بھیجوں تو کیا آپ نمبر آنے پر شائع کر دیں گے؟ لبنیٰ اعجاز، کراچی

> سرورق کے لیے تصویر بنانا بڑا مشکل کام ہے۔

۞ آپ نے نونہال میں جو "کوپن علمی تحفہ" رکھا ہے اُس میں صرف ہم کوپن پُر کر کے بھیج دیں تو آپ ہم کو وہ چیز یا وہ کہانی بھیج دیں گے؟ محمد علی، کراچی

> بارہ کوپن جمع کر کے جب بھی آپ بھیج دیں گے آپ کو کتاب بھیج دی جائے گی۔

۞ آپ نے جو نونہالوں کو اپنے بڑوں سے ملانے کے لیے سلسلہ شروع کیا ہے بہت اچھا ہے۔ اس طرح ہمیں یعنی نونہالوں میں بڑا بننے کا جوش و خروش پیدا ہوگا۔ اور ہم اپنے ملک کی فلاح و بہبود کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

اطہر سلطان، عزیز آباد

۞ ساری کہانیاں مع نظمیں بہت دل چسپ تھیں اور جاگو جگاؤ تو اپنی مثال آپ تھا۔ شبانہ فضل

۞ نظموں میں میرا اکبرا اور کہانیوں میں چالاک خرگوش، ولیم شیکسپیر پر مضمون، مجھے چاند لا دو، فیس کے لیے اور دو دوست بے حد پسند آئیں۔ عارف رفیق، کراچی

۞ خاص طور پر مجھے چاند لا دو اور فیس کے لیے بہت پسند آئی۔ مہربانی کر کے لفظ شش و پنج کے معنی بتا دیجیے۔ آصفہ محمد یامین

> شش و پنج کے معنی ہیں تذبذب۔

۞ کہانی فیس کے لیے مزے دار تھی، جاگو جگاؤ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ نونہال ادیب میں "اقبال میری نظر میں" عمدہ مضمون تھا۔ صائمہ ولی، کورنگی

۞ مجھے چاند لا دو اور چالاک خرگوش بہت پسند آئی۔ اور لطیفے بھی بہت پسند آئے۔ ناول ننھا سیاح کی قیمت کتنی ہے اور نونہال مصور میں کتنی بڑی تصویر بھیجوں؟ محمد فاروق، کراچی

> ننھا سیاح کی قیمت ۶ روپے ہے۔ تصویر زیادہ سے زیادہ کاپی سائز کی ہو۔

۞ ٹائیٹل اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ پہلے کی طرح نصیحت آموز تھا۔ حکیم صاحب قبلہ ہر مہینے ہم نونہالوں کے لیے بہترین اور سبق آموز نصیحت لکھتے ہیں۔ محمد عارف یوسف، کراچی

۞ میں آپ سے سخت ناراض ہوں۔ میں آپ کو تیسرا خط لکھ رہا ہوں لیکن آپ نے ابھی تک میرا ایک خط بھی نہیں چھاپا۔ نوید اختر، کراچی

> ناراض ہوتے تو خط نہیں لکھتے۔

۞ ہمیشہ کی طرح جاگو جگاؤ اور ہمدرد انسائکلوپیڈیا بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں فیس کے لیے اور چالاک خرگوش بہت پسند آئیں۔ مہناز سحر، فرح سحر، کراچی

۞ میں آپ سے سخت ناراض ہوں۔ آپ تو حوصلہ بڑھاتے ہیں ہر نونہال کا پھر میری تحریر کیوں نونہال کی زینت نہیں بن سکی۔

سید راحون علی، لانڈھی

۞ جی تو چاہتا ہے کہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں، کیوں کہ میں جب بھی آپ کو خط لکھتا ہوں آپ شائع ہی نہیں کرتے۔

شہزاد نیازی، سکھر

۞ جناب حکیم محمد سعید اور مسعود احمد برکاتی کے کالم حسبِ معمول اپنی آب و تاب پر تھے۔ نوشین معظم

۞ ہم نے اب تک ایسا رسالہ کہیں نہیں دیکھا اور ایک بات خاص نمبر کی قیمت کیا ہو گی؟ عبدالقیوم قریشی، شہداد پور

> خاص نمبر کی قیمت دس روپے سے کم نہیں ہو گی۔

۞ کہانیوں میں بدلا، سرسید احمد خاں، مجھے چاند لا دو، فیس کے لیے

اور چالاک خرگوش، بہت پسند آئیں۔ فاطمۃ الزہرہ، کراچی

❀ مجھے نونہال رسالہ تمام رسالوں سے زیادہ پسند ہے۔ میں پہلے دوسرے رسالے کا مطالعہ کیا کرتی تھی، لیکن ایک دفعہ میری دوست نے مجھے نونہال کا خاص نمبر پڑھنے کے لیے دیا۔ تب ہی سے یہ رسالہ مجھے بہت پسند آیا۔ غزالہ شاہین، فیصل آباد

میرا خط کبھی نہیں شائع کیا گیا۔ اگر یہ خط بھی شائع نہ ہوا تو میں نونہال پڑھنا چھوڑ دوں گی۔ عظمیٰ شکور احمد، اسلام آباد

❀ کہانی "بدلا" بے حد پسند آئی۔ جاگو جگاؤ میں حسبِ معمول آپ کے اقوال ذہن کے قرطاس پر نقش ہو گئے۔

سیدہ عظمیٰ شاہ، مٹیاری

❀ جاگو جگاؤ اور پہلی بات نے متاثر کیا۔

شازیہ خلیق، شمالی ناظم آباد

❀ سب سے زیادہ دل چسپ سلسلہ "بڑوں سے ملنے کا شرف" تھا۔ یہ ایک دل چسپ سلسلہ ہی نہیں بلکہ ایک عظیم کارنامہ بھی ہے۔ آپ جو بڑے لوگوں سے ملوائیں گے اُن میں ہر وہ بڑا شامل ہونا چاہیے جس نے ملک و قوم کے لیے کچھ کیا ہے اور جو عظیم کارنامے انجام دے چکے ہیں۔ کیا ہر قاری کو صرف ایک دفعہ کوپن پُر کرنے کی اجازت ہے۔

شبانہ سمیع، کراچی

> ہاں بھئی، بزمِ نونہال کا کوپن صرف ایک بار پُر کرنا کافی ہے۔

❀ نونہال میرا اور گھر والوں کا پسندیدہ رسالہ ہے۔

ظہیر احمد، اٹک

❀ نونہال بہت ہی خوب صورت تھا۔ کاش ہر بار ایسا ہی سرورق شائع ہو جس میں علاقائی ثقافت کی جھلک نظر آئے۔ کہانیوں میں "بھاپ کا جادو" (حامد اللہ افسر) معلومات سے بھرپور تھی۔ "بدلا" اور "مجھے چاند لا دو" بھی اچھی تھیں۔ ہلکے پھلکے انداز کی لکھی ہوئی کہانی "دو دوست" بہت ہی پسند آئی۔ جناب برکاتی صاحب کی تحریر "سرسید احمد خاں" نے بھی کافی متاثر کیا۔ فیصل مجید اعوان، اسلام آباد نے فروری کے شمارے کے صفحہ نمبر ۹۵ کی نظم "سچ" کو نقل شدہ قرار دیا ہے اور آپ نے بھی بے چاری سمیرا عالم بھٹی کا نام کاٹنے میں دیر نہیں لگائی۔ حال آنکہ اگر فیصل مجید اعوان صاحب غور سے دیکھیں تو نظم "سچ" کے ساتھ لکھا ہے: مرسلہ: سمیرا عالم بھٹی،

کراچی: اور لفظ مرسلہ کے بارے میں ہر نونہال اچھی طرح جانتا ہے۔

کامران بلوچ، اوکاڑہ

> صرف مرسلہ لکھنے سے کام نہیں چلتا۔ جس شاعر کی نظم ہے اُس کا نام بھی لکھنا چاہیے۔ نونہال ادیب کے شروع میں کئی ماہ سے یہی لکھا جا رہا ہے۔

پہلے حکیم صاحب کے موتی جیسے سچے الفاظ سے دامن بھرا۔ اور کبھی غرور نہ کرنے کا عہد کیا۔ خوشی اس بات کی ہے کہ جناب برکاتی صاحب اپنی "پہلی بات" باقاعدگی سے اور عمدہ لکھ رہے ہیں۔ محترم حامد اللہ افسر صاحب کا "بھاپ کا جادو" نہایت موثر اور معلومات کا حامل تھا۔ خلیق انجم اشرفی صاحب کا "بدلا" بہتر رہا، خاص طور پر آخری پیراگراف نے ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ایک عرصے بعد مشتاق صاحب کے کارٹون نے مزہ فراہم کیا۔

محترم برکاتی صاحب کا مضمون "سرسید احمد خاں" گو مختصر تھا لیکن آج تک میری نظروں سے اس سے زیادہ جامع اور سُلجھا ہوا مضمون نہیں گزرا۔ دیگر کہانیوں میں محترم علی اسد صاحب کی "دو دوست"، سید نیر رضا رضوی کی "مجھے چاند لا دو" اور ساجد علی ساجد کا مضمون عمدہ رہا۔ نونہال میں صرف ایک قسط وار جاسوسی کہانی کی کمی کھٹکتی ہے۔ ذرا "مژگاں" کے معنیٰ بتا دیجیے۔ سید عبدالعزیز عزمی، گلبہار، کراچی

> مژگاں کے معنی ہیں پلکیں۔ واحد "مژہ" ہے، لیکن کبھی مژگاں بھی واحد یعنی پلک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

❀ اس دفعہ حکیم صاحب نے جاگو جگاؤ میں ایک بہت اہم بات سمجھانے کی کوشش کی اور ان کی سعی لاحاصل نہیں رہی۔ "بھاپ کا جادو" (حامد اللہ افسر) پڑھ کر محنت میں عظمت ہے کے دل سے قائل ہو گئے۔ "بدلا" نے بہت متاثر کیا ایسے لوگ تو اب نایاب ہو گئے ہیں۔ "تحفے" پڑھے پسند آئے۔ البتہ آخری تحفہ پا کر بہت افسوس ہوا۔ آپ افلاس یعنی غربت کو ضرر رساں اور مصائب کی جڑ سمجھتے ہیں۔ حیرت ہے حال آنکہ اسی افلاس کی گود میں پلنے والے بے شمار انسانوں نے ایسے کارنامے انجام دیے ہیں کہ جنھیں آپ اور ہم تو کیا تاریخ بھی نہیں بُھلا سکتی۔ آپ کا مقصد نونہالوں میں عزم، ہمت اور خود اعتمادی پیدا کرنا ہے نہ کہ مایوسی، بددلی اور افسردگی۔
عبدالوحید انصاری، اوکاڑہ

✿ ۱۹۸۵ء کیا آیا ہمارے لیے تو خوشیوں کا پیغام لے کر آیا۔ ہر ماہ نونہال میں کوئی نہ کوئی خوش خبری ملنے لگی ہے۔ پہلے آٹو گراف بک ملی۔ پھر ایک یادگار تحفے کا اعلان ہوا۔ علمی تحفہ کا اعلان ہوا اور اس بار تو آپ نے بہت بہترین قسم کے دو اعلان کیے۔ یعنی ایک "بزم نونہال" کا اور دوسرا "حکیم صاحب بچّوں کی نظر میں" یہ اعلان پڑھ کر ایسا محسوس ہوا کہ گویا آپ نے ہمارے لاشعور میں چھپی ہوئی خواہش کو شعور میں لاکھڑا کیا ہو۔ ۱۹۸۵ء میں ہمارے لیے یہ بات بھی خوشی کا باعث ہے کہ پہلی بات اب ہمیں ہر ماہ پڑھنے کو مل جاتی ہے۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ ہر ماہ یونہی جاری رہے گا۔ فوزیہ تبسم اعوان، بہلول پور

✿ اخبارِ نونہال میں خبریں بڑی معلوماتی ہوتی ہیں۔ اگر ان خبروں کے نیچے آپ اس اخبار یا رسالے کا نام لکھ دیا کریں تو بہت بہتر رہے گا۔ اور بزم نونہال میں آپ وہی خطوط شامل کیا کریں جن کے جوابات دینا مقصود ہوں۔ اس طرح زیادہ نونہالوں کو اپنے خطوط کے جوابات مل جائیں گے۔ شاہد فاروق

> اور اس طرح زیادہ سے زیادہ نونہالوں کے خطوط شائع ہونے سے رہ جائیں گے۔

✿ اپریل کا شمارہ لاجواب تھا۔ خطوط کے جوابات کون صاحب دیتے ہیں۔ اعجاز احمد راشد، ڈیرہ اسماعیل خاں

> کیوں میاں! کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟ برکاتی۔

✿ نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ برائے مہربانی طلعت کا مطلب بتلایئے۔ طلعت بشیر صدیقی، لطیف آباد

> طلعت کے معنی ہیں رخ، صورت، چہرہ۔

✿ کہانیوں میں مجھے سید نیر رضا رضوی کی کہانی "مجھے چاند لا دو" جناب علی اسد کی کہانی "دو دوست" اور نظم "ہر بچّہ اقبال بنے" جناب فیض لودھیانوی بہت ہی پسند آئی۔ مجھے کہانیوں کے علاوہ مستقل سلسلے یعنی "ہمدرد انسائکلوپیڈیا"، "طب کی روشنی میں" اور "تحفے" اور "خیال کے پھول" بہت اچھے لگتے ہیں۔ قیصر اقبال، علووالی

✿ مارچ کا نونہال پسند آیا۔ چالاک خرگوش اچھا سلسلہ ہے۔ چار لطائف نقل شدہ تھے۔ اس شمارے کے مشکل الفاظ میں آٹھواں لفظ "مُناظِر" ہے، جس کے معنی آگے آپ نے منظر کی جگہ لکھے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ مسعود سرور گوندل، ملتان

> غلطی سے لفظ جمع کے بجائے جگہ چھپ گیا ہے۔ اصل میں مَناظِر، منظر کی جمع ہے۔ نونہال اپنے رسالوں میں صحیح کر لیں۔

✿ میں آپ کا لکھا ہوا نونہال بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ مجھے آپ کا نونہال پڑھتے تین سال ہو چکے ہیں۔ اشرف اقبال، لودھڑی

✿ صفحہ ۹۹ پر جو کہ کوہِ مری کی سیر ہے طاہرہ قمر سلیم نے تحریر کی ہے وہ اردو کی چوتھی کتاب سے نقل شدہ ہے۔ محمد ظفر، ملیر

> طاہرہ قمر سلیم، نامی اور بد نامی میں کیا فرق ہے؟

✿ سرورق بہت اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ ہمیشہ کی طرح بہترین تھا۔ کہانیوں میں مجھے چاند لا دو اور فیس کے لیے اچھی تھیں۔ لطیفے کوئی خاص نہ تھے۔ صالحہ حسن، ناظم آباد

✿ تمام چیزیں بہترین ہوتی ہیں، لیکن تصویروں کی خرابی کی وجہ سے نونہال میں کچھ کمی سی نظر آتی ہے۔ اس مرتبہ کا سرورق خوبصورت ہے۔ جمیل احمد خان، کراچی

✿ جناب محترم حکیم صاحب کے جاگو جگاؤ کے بارے میں کچھ تعریفی الفاظ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حکیم صاحب ہمیں نصیحت آموز پیرائے میں ہر ماہ بہ ذریعہ نونہال نصیحت کرتے ہیں اور اُس سے ہم بہت کچھ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ امجد اقبال اعوان، لاہور

✿ حامد اللہ افسر کی تحریر کردہ بھاپ کا جادو بہت معلوماتی سبق آموز تھا۔ فیض لودھیانوی کی نظم "ہر بچّہ اقبال بنے" اتنی خاص نہیں تھی۔ خلیق انجم اشرفی کی تحریر کردہ کہانی بدلا ایسی کہانی تھی کہ ہر نونہال اس سے سبق حاصل کر سکتا ہے۔ کارٹون کچھ خاص نہیں تھے۔ تحفے میں تحریریں بہت مزے دار تھیں۔ جناب مسعود احمد برکاتی کا تحریر کردہ مضمون "سر سید احمد خان" بہت معلوماتی تھا۔ بے شک آج بھی لوگ سر سید ثانی کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ شاہد فاروق، ایبٹ آباد

✿ کیا آپ کو مجھ سے دشمنی ہے کہ آپ میرا خط نہیں چھاپتے۔ محمد جاوید میمن، کراچی

✿ جب بھی میں اپنے قریبی بک اسٹال میں جاتی ہوں تو

سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سا رسالہ خریدوں۔ آخر میرا ہاتھ اسی رسالے کی طرف چلا جاتا ہے جو کہ مجھے بہت عزیز ہے اور وہ ہے "نونہال"۔ اس رسالے کے علاوہ مجھے دنیا میں کوئی رسالہ اچھا نہیں لگتا۔ خدا کرے کہ ہمدرد نونہال خوب ترقی کرے۔ نگہت ذاکر، کراچی

✿ آپ نے جو علمی کوپن کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ کیا میں ایک ہی ماہ کے بارہ کوپن جمع کر کے بھیج سکتا ہوں۔ مسعود کامل، حیدر آباد

جی ہاں، ایک ہی ماہ کے بارہ کوپن یا جتنے مہینے میں بارہ کوپن ہوجائیں بھیج کر تحفے میں اپنی پسند کی کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔

✿ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ "بزم نونہال" میں مدعوئین کا خرچہ کون برداشت کرے گا۔ شبیر احمد قادری، ضلع اٹک

فی الحال تو اس میں صرف کراچی کے نونہال ہی شریک ہو سکیں گے اور وہ اپنے آنے جانے کا خرچہ خود برداشت کریں گے۔

✿ جاگو جگاؤ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا تھا۔ چالاک خرگوش کی جگہ نیا سلسلہ شروع کریں۔ سر سید احمد خان کے بارے میں مسعود احمد برکاتی صاحب کا مضمون بہت اچھا تھا۔ فریحہ ناز منیر، کراچی

✿ کیا نونہال پر بنوں کے لوگوں کا کوئی حق نہیں بنتا، صرف کراچی والوں کے لیے نونہال شائع ہوا ہے؟ آسیہ خوباں، بنوں سٹی

بی بی آسیہ، تمھارے لطیفے قابلِ اشاعت نہیں تھے۔ دوبارہ بھیج دو، اور اپنا نام صاف لکھا کرو۔

نظم "زندگی" (رعینیہ فرح) اور "ہر بچہ اقبال بنے" (فیض لودھیانوی) دل چسپ تھیں۔ حناعالیہ سلیمان، کراچی

✿ سب کہانیاں اچھی تھیں۔ عثمان جاوید ہاشمی، راول پنڈی

✿ جاگو جگاؤ میں جناب حکیم محمد سعید صاحب کا وہی پیارا اور پُراثر انداز نظر آیا۔ بھاپ کا جادو سائنسی کہانی ہونے کے باوجود بہت دل چسپ تھی۔ نونہال میں یہ بات بھی بہت اچھی ہے کہ آپ لوگ قوم کے محسنوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں جس کی تازہ مثال آپ کی اپنی تحریر سر سید احمد خان ہے۔

نصرت سلطانہ صدیقی، کراچی

✿ ہمیں نونہال سے ضرور محبت ہے، اگر جس طرح ہمیں محبت ہے ہمارے خطوں کا جواب بھی اُسی طرح دیا جائے تو مہربانی ہو گی۔

محمد اجمل نعیم، سرائے سدھو

✿ کہانیوں میں مجھے چاند لادو اور فیس کے لیے بہت پسند آئیں۔ عابدہ عارف، لودھراں

✿ میں نونہال صرف اس لیے پڑھتا ہوں کہ اس میں معیاری تحریریں چھاپی جاتی ہیں۔ محمد عمر فاروقی،

✿ کہانیوں میں مجھے چاند لادو اور دو دوست بہت پسند آئی۔ اسماء جمیل، کراچی

✿ کہانیوں میں مجھے چاند لادو اور دو دوست لاجواب تھیں۔

ان نونہالوں کے نام جنھوں نے ہمیں اچھے اچھے خطوط لکھے، لیکن جگہ کی کمی کے باعث اُن کے صرف نام دیے جا رہے ہیں۔

کراچی: غوثیہ قاسم، جمال الدین انجم انصاری، ذاکر شاہ، یٰسین شریف، منور اشرف فاروقی، محمد ہارون شمیم، عبد الرشید، عاطف محمود قریشی، نرگس انوار الدین، عدنان سلیم، سید یاسر جمیل کاظمی، کاظم رضا، رفعت سجاد۔ محمد رضا، ریاض الدین، رحیم بخش، سیدہ شازیہ جمیل، طارق مرتضیٰ، محمد شاہنواز، سید عظیم احمد کاظمی، محمد سہیل جمیل احمد، تبسم جمیل، محمد شاہد رزاق، ارم نورین، ذوالفقار علی، امتیاز احمد خان، شازیہ سلطانہ حق، سلامہ حمید فاروقی، سید طیب علی، عبد اللہ، عبد السلام، شاہ جمیل احمد، روبینہ فرید، عبد الرزاق انصاری، شازیہ اقبال، سید نوید مہدی، رضوان محمد شریف، شائستہ وجاہت، عمرانہ احمد خان، عراق سعید، محمد جاوید عبد الکریم

داں بھچراں: محمد رمضان بکارو۔ پشاور:۔ ارشد حسین۔ جھڈو:۔ ساجدہ فرحت۔ دیپلہ:۔ اشتیاق احمد میمن۔ حیدر آباد:۔ افضال ناصر، عرفان ناصر، عبد القادر میمن، محمد اشتیاق۔ اسلام آباد:۔ نبیلہ عبد اللہ بلوچ۔ منگورہ:۔ ابرار حسین۔ بہاول پور:۔ عبد الرشید۔ مانسہرہ:۔ محمد ساجد۔ ٹنڈو آدم:۔ سید نوید علی رضوی۔ ڈیرہ اسماعیل خان:۔ محمد فیض عالم۔ ٹنڈو آدم:۔ سعیدہ خان۔ نواب شاہ:۔ محمد عاطف شیخ۔ مقام نامعلوم:۔ ہمایوں رحمن۔ ڈیرہ غازی خاں:۔ شاہد محمود خٹک۔ سکھر:۔ دیدار احمد بھٹو، غلام اصغر ابڑو۔ اسلام آباد:۔ محمد عمران صدیقی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ:۔ عون سجاد۔ دادو:۔ امداد احمد سومرو۔ میر پور خاص، قاضی محمد قاسم۔

معلومات عامہ ۲۲۸ کے صحیح جوابات

ہمدرد نونہال کی مقبولیت میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جارہا ہے معلومات عامہ کے جوابات میں حصہ لینے والوں میں دل چسپی بڑھتی جارہی ہے۔ ہم سے بعض نونہالوں نے شکایت کی ہے کہ ہماری تصویریں کیوں شائع نہیں کی گئیں، جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے کہ جن کی عمر اچھی ہوگئی ہے یا وہ اپنی عمدہ صحت کی وجہ سے ماشاء اللہ جوان معلوم ہوتے ہیں ان کی تصویریں نونہالوں کے ساتھ کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس لیے ہم ذرا تامل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے۔ نام بہت بڑا انعام ہے۔
معلومات عامہ ۲۲۸ کے صحیح جوابات یہ ہیں:۔

۱۔ بعض علما کے نزدیک قرآن کی جو دو سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں اُن کے نام ہیں:
(۱) سورۃ الناس اور (۲) سورۃ فلق

۲۔ پاکستان کے پہلے چیف جسٹس میاں عبدالرشید صاحب تھے۔

۳۔ رقبے کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک روس (سوویت یونین) ہے، دوسرا سب سے بڑا ملک کینیڈا ہے اور تیسرا بڑا ملک چین ہے۔

۴۔ "شاہ نامہ" ابوالقاسم حسن فردوسی کی تصنیف ہے۔

۵۔ بغداد الجدید بہاول پور کو کہا جاتا ہے۔

۶۔ پاکستان کی ہاکی ٹیم نے سب سے پہلا عالمی اعزاز (سونے کا تمغا) ۱۹۶۰ء میں حاصل کیا تھا۔

۷۔ "ہوچی منہ سٹی" ایک شہر کا نام ہے جو ویت نام میں ہے۔

۸۔ پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ کا ڈیزائن مصورِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی مرحوم نے بنایا تھا۔

۹۔ پاکستان کا قومی عجائب گھر (نیشنل میوزیم) کراچی میں ہے۔

۱۰۔ دریائے برہم پُتر بھارت اور بنگلہ دیش سے گزرتا ہے۔

۱۱۔ "ظہورِ پاکستان" چودھری محمد علی صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔

۱۲۔ مشہور افسانوی کردار شرلاک ہومز کے خالق کا نام "سر آرتھر کینن ڈائل" ہے۔

بارہ صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

نور جہاں خاص خیلی
قرۃ العین خاص خیلی
محمد ہاشم منصوری
فرزانہ خاص خیلی

سانگھڑ

غلام رسول پارس
علاؤ الدین منصوری
پرنس سفری بالو
شاکر علی منصوری
ریاض الدین منصوری

محمد یامین کیانی
اشہر شاہین
نبیل شاہین
نادر شاہین
درشہوار شاہین

نواب شاہ

محسن رجب علی
شبیر حسن رجب علی

مختلف شہر سے

ملک فقیر محمد سفری، بستی اڈھوجہ
شفاء الحسن انصاری، پرانا سکھر

بارہ صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

لطیف حیدر خاص خیلی، سانگھڑ

غلام مرتضیٰ غوری، ملتان

گیارہ صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

چن زیب
نازیہ رمضان
سہیل انجم
نگہت بانو پیتی
شہناز جمیل شہنی
سلیم انور عباسی

سلمیٰ پروین

میرپور خاص

محمد شکیل
افتخار حسین
اللہ بخش بلوچ
عبدالوحید
فتح محمد

محمد فیصل میمن
فیض محمد بلوچ
اصغر خان
ماجد علی بلوچ
محمد سلیم نیاز محمد
شبیر احمد چاند
اعظم خان

محمد سلیم محمد رمضان

سانگھڑ

عبدالرحمٰن رند
ایم جاوید غوری
محمد امین سیف الملوک

میانوالی

عالیہ قوسین نیازی

محمد محبوب الرحمٰن، کراچی
نگہت رسول، راولپنڈی

سوڈی گوجہ

محمد صدیق صابری

تحصیل سنجھورو

مبارک علی خان شیخ
مرزا توصیف بیگ، حیدرآباد

گیارہ صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

عاصمہ انور، راولپنڈی

سید کاظم حسین، کراچی

محمد علی، کھوکھراپار

عامر معین ابدالی، کراچی

سید عبدالفہیم فہمی، کراچی

ملک سرفراز احمد خان، ملتان

سید افتخار احمد، کراچی

فہمیدہ عبدالغفور، کراچی

نقیب احمد وزیر، کراچی

مسعود سرور گوندل، ملتان

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

آصف اقبال

سیدہ زینب راضیہ زیدی

شیخ محمد وسیم

محمد اویس انصاری

محمد احمد

محمد فہیم

شگفتہ لطیف

لیلیٰ شریف

عبدالجبار راجپوت، شہداد پور

میرپورخاص

محمد شہزاد

محمد عارف

فیصل آباد

محمد جاوید اقبال ناز

شہزاد سعید

مختلف شہر سے

راحیلہ اقبال نیازی، میانوالی

محمد طاہر آرائیں، سنجھورو

عبدالرشید فاروقی، جھنگ

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

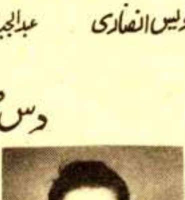
سید احمد علی زیدی، کراچی

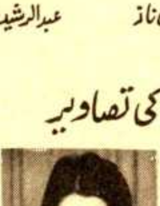
رضوان علی، کراچی

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

سید جنید عظیم
فیروز امتیاز
سید محمد عاطف سلیم
سید عبدالعزیز عزمی
ناہید بانو ندا
فہیمہ عزمی
ایاز امتیاز
فہمیدہ اکرم قریشی
سید عبدالحنیف حنفی
محمد اکرم قریشی
سید عبدالفہیم فہمی
مزمل امیر علی
فیصل کلیم

ٹنڈو الہ یار

جاوید حکیم کھوکھر
محمد عارف خان زادہ
منظور احمد شمع
نوید حکیم کھوکھر
فاروق خان
سید عمیر علی شاہ
سید عاصم علی شاہ
محمد احسان چھیپا، حیدر آباد
محمد اطہر، حیدر آباد

ٹنڈو جام

سلمیٰ قریشی
نجمہ قریشی
محمد ارشد آزاد
محمد ارشد قریشی

لاڑکانہ

سید ذوالفقار حیدر جعفری

ٹنڈو آدم

سید نوید علی رضوی

اسلام آباد

محمد سلیم خیر الدین

شہداد پور

محمد رفیق شیخ

روہڑی

امداد علی دالیو

شکارپور

ایم فہیم شیخ

ہری پور ہزارہ

رخشنہ جاوید اعوان

صحت کی الف بے

مسعود احمد برکاتی

جس طرح خوش بُو اور رنگ یک جا ہوتے ہیں اُسی طرح کردار اور صحت بھی یک جان ہوتے ہیں۔

صحت کی الف بے میں صحت و تن دُرستی کی بنیادی باتیں آسان اور انتہائی دل کش انداز میں پیش کی گئی ہیں۔

باتوں باتوں میں
کام کی باتیں

قیمت: —— چار رُپے
ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد سنٹر
ناظم آباد کراچی ۱۸۔

ہوگا دنیا میں تو بے مثال میرے بچے میرے نونہال
فطری طور پر کوئی دو بچے اپنی شکل وصورت، عادات و اطوار اور دماغی صلاحیتوں کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہوتے اور یوں ہر بچہ بے مثل کہلایا جا سکتا ہے۔ لیکن ہر ماں اپنے بچے کو انفرادی طور پر ایک تن درست، روشن دماغ اور بے مثل کامیاب انسان دیکھنا چاہتی ہے اس آرزو کی تکمیل کا زیادہ تر انحصار بچے کی صحیح اور صحت مند پرورش پر ہے۔
دور اندیش مائیں اپنے بچوں کی صحت مند پرورش اور آرام وسکون کے لیے انہیں نونہال ہربل گرائپ واٹر باقاعدگی سے دیتی ہیں۔
جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ خوش ذائقہ نونہال ہربل گرائپ واٹر بچوں کی آئے دن کی تکالیف مثلاً بدہضمی، قبض، اپھارہ، قے و دست، بے خوابی، دانت آنا اور پیاس کی شدت وغیرہ کے لیے ایک مفید اور مؤثر گھریلو دوا ہے۔
Naunehal
Herbal Gripe Water
Hamdard
Naunehal
نونہال
ہربل گرائپ واٹر
بچوں کو مطمئن، مسرور اور صحت مند رکھتا ہے

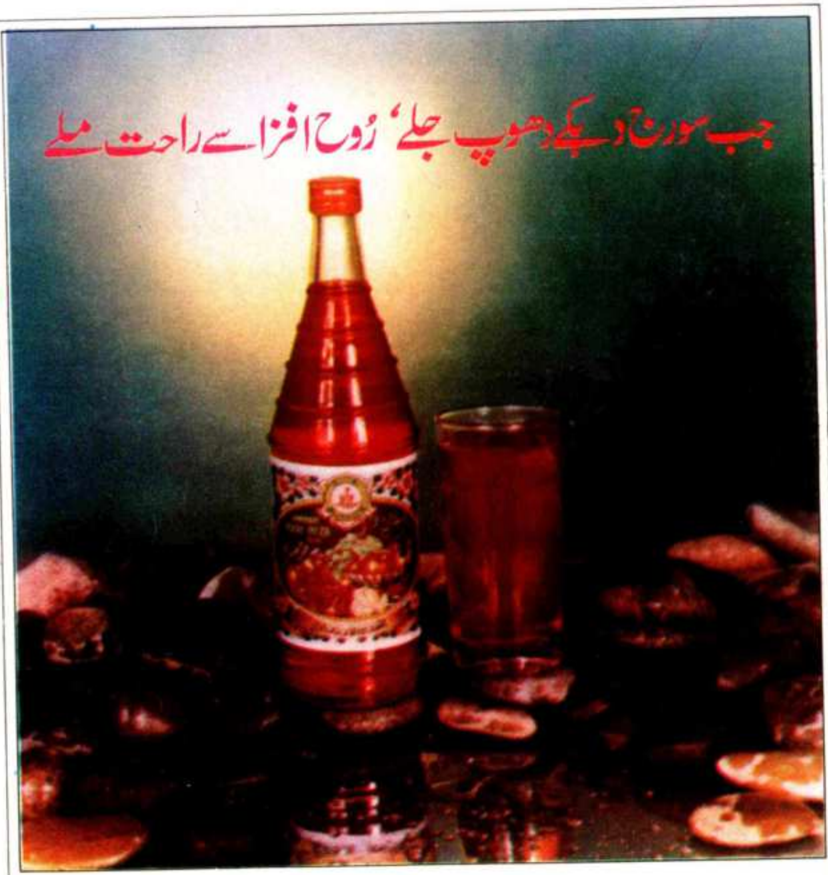

مشروبِ مشرق رُوح افزا اپنے منفرد خواص کی بدولت
نظامِ حرارت و برودت میں توازن اور اعتدال پیدا کر کے گرمی کی شدّت اور بے چینی سے محفوظ رکھتا ہے'
جسم و جان کو ٹھنڈک پہنچا کر پیاس بجھاتا ہے اور تسکین بخشتا ہے۔

ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

رُوح افزا مشروبِ مشرق

Adarts HRA-5/84

آوازِ اخلاق

اخلاق عملاً مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق ہے۔